خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

MAY 2000

خواتین ڈائجسٹ

سالگرہ نمبر
2

رُخسانہ نِگار

دلِ سنگ سے

مکمل ناول

"اس سال ہونے والی مردم شماری کے غیر سرکاری نتائج کے مطابق ملک کی آبادی چودہ کروڑ سے تجاوز کر گئی ہے۔ آبادی میں اس بے تحاشا اضافے کی وجہ سے کئی قسم کے مسائل میں اضافہ ہو گیا ہے سڑکوں پر ٹریفک کا لوڈ بڑھ گیا ہے جس سے فضائی آلودگی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار اقتصادی و معاشرتی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے شور۔" جتنی تشویشناک خبر تھی اس سے زیادہ ہراس پڑھنے والے کے چہرے سے عیاں تھا۔ دھاری دار ٹائی اور نیلا کوٹ پہنے' آنکھوں پر موٹے عدسوں کی عینک لگائے' سنجیدہ چہرہ اور گمبھیر آواز کے ساتھ نیوز

کاسٹر خبریں نشر کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ کمرے میں مکمل سناٹا تھا' صرف اسی کی بھاری آواز گونج رہی تھی اور ساگ بناتی عصمی نے ہاتھ روک کر نیوز کاسٹر کے پروپیگنڈے کو ذرا غور سے سنا۔ چھوٹی خالہ اندر کمرے میں بیٹھی ہل ہل کر تسبیح پڑھ رہی تھیں' خالو تو ابھی مسجد سے نہ لوٹے تھے اور باقی گھر میں ہر طرف خاموشی تھی اور یہ بیوقوف کہہ رہا ہے کہ آبادی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے' ادھر تو وہی حالت ہے آبادی کی جو اس نے ہوش سنبھالنے سے لے کر اب تک دیکھی تھی۔

وہ اور خالہ امی اوپر تیسری منزل کے دو چوباروں میں مقید اور درمیان والا پورشن خالی تھا۔ صرف ایک کمرے میں چھوٹی خالہ کے جہیز کا کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا جسے رخشی نے میٹرک پاس کرتے ہی اوپر منتقل کروا دیا تھا۔ جست کی پیٹی لحافوں سے اٹی ہوئی تھی۔ پرانے زمانے کا ڈریسنگ ٹیبل' پرانا سا بڑا پلنگ اور دو چار ٹوٹی پھوٹی کرسیاں اور پیتل کے بھاری بھرکم برتن۔ دوسرا کمرہ خالی تھا اور نیچے کے پورشن میں چھوٹی خالہ اور خالو تھے۔ جگنو اور رخشی کی موجودگی سے پھر بھی لگتا تھا کہ اس گھر میں کوئی انسان رہتا ہے ورنہ تو سارا دن اوپر نیچے الو بولا کرتے تھے۔ جگنو نے جب سے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تھا' وہ دو چار ماہ بعد ہی آتا تھا اور اب تو رخشی نے بھی وہیں داخلہ لے لیا تھا کالج میں۔

digest library.com

اسی وجہ سے اسے لگتا تھا کہ دنیا میں آبادی بے حد کم ہے۔ کم از کم اس چھوٹے سے قصبے میں تو نہ ہونے کے برابر تھی' خالہ امی کی سوشل لائف نہ ہونے کے برابر تھی۔ چھوٹی خالہ کے گھر سے قدم باہر رکھنے کی صرف دو انتہائی صورتیں تھیں یا تو وہ کسی کی شادی میں جاتی تھیں یا پھر کسی کے دنیا سے اٹھ جانے پر اور درمیانی صورت صرف ایک تھی اور وہ تھی میلاد یا قرآن خوانی کی محفل' اس کام کے لیے وہ انتہائی اہتمام سے تیار ہوتی تھیں اور جیسے ہی وہ سر منہ ڈھانپ کر گھر سے قدم باہر نکالتیں۔ رخشی ڈیک فل والیوم سے چلا دیتی اور گھر کی دیواریں بھی جیسے حدیقہ کیانی کے ساتھ چیخ اٹھتیں۔

"دوپٹہ میرا ململ کا' کروں کیا اس چنچل کا۔"

وہ وقت بقول رخشی کے مکمل آزادی کا ہوتا تھا' چودہ اگست سے بھی زیادہ آزادی کا اور یہ تو اس وقت کی بات تھی جب وہ دونوں یہاں ہوتے تھے جبکہ اب تو خالو ٹی وی صرف بوقت خبرنامہ لگاتے تھے۔ باقی وہ جتنا وقت گھر پر گزارتے کسی کی مجال تھی جو سانس بھی بلند آواز سے لے سکتا۔ اسی لیے وہ اپر اسٹوری سے بہت کم نیچے اترا کرتی تھی وہ بھی چھوٹی خالہ کے بلانے پر اور چھوٹی خالہ بھی اسے اسی وقت بلاتی تھیں جب انہیں اس سے کوئی کام ہوتا تھا' خاص طور پر کوئی پیچیدہ سی سبزی بنوانے کا کام۔

اسے سبزی بنانے سے جتنی چڑ تھی' چھوٹی خالہ اتنا ہی اس کام کے لیے اسے دعوت دے کر بلواتیں تو وہ کڑھ کڑھ کر رہ جاتی۔ خاص طور پر ساگ' پالک اور میتھی جیسی بے مزہ سبزیاں۔ جتنا وہ ان سے بھاگتی تھی۔ خالہ اتنا ہی اس کے آگے سجا سجا کر رکھ دیتی تھیں اور آج بھی ابھی سردیوں کی ابتدا بھی نہیں ہوئی تھی اور انہیں ساگ پکانے کی سوجھ گئی تھی اور ساتھ ہی عصمی کی شامت آگئی تھی۔

شام سے وہ اوپر دیوار سے مختلف قسم کے بہانے گھڑ گھڑ کر پیش کر رہی تھی۔ کبھی میں آٹا گوندھ رہی ہوں۔ کبھی خالہ امی کے کپڑے پریس کر رہی ہوں۔ کبھی کچھ کبھی کچھ۔ لیکن ان کی چوتھی کڑک دار آواز کی گونج ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ نیچے سر جھکائے بیٹھی ساگ بنا رہی تھی۔

چھوٹی خالہ رخشی کی خودسری کے معاملے میں جتنی بے نیاز سی بنی رہتی تھیں' اس کے معاملے میں اتنی ہی سنگدل بن جایا کرتی تھیں۔

اسے ساگ بناتے بناتے جمائیاں آنے لگیں۔

ٹی وی پر اب کھیل کی خبریں نشر ہو رہی تھیں۔ جس میں پاکستان ون ڈے کرکٹ میچ میں حسب سابق ہار

گیا تھا۔ جمائیاں لے لے کر اس کا منہ دکھنے لگا اور آنکھوں میں پانی اکھٹا ہو گیا اس نے اکتا کر اپنے آگے پڑے "انیمل فوڈ" کے اس ڈھیر کو بیزاری سے دیکھا اور ایک ترچھی نظر کمرے میں بیٹھی چھوٹی خالہ پر ڈالی وہ اس کی سستی کو کڑی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ ان سے نظر ملتے ہی وہ ایک دم سے الرٹ ہو گئی اور سر جھکا کر تیزی سے پتے توڑنے لگی۔ جیسے ہی موسم کا حال نشر ہوا اس کا دل خوش ہو گیا کہ ایک دو روز میں سرما کی بارشیں شروع ہونے والی ہیں۔ ہا' بارش!

اس نے خوش ہو کر سوچا۔ اس سوئے ہوئے محل میں واحد خوش خبری اس کے ہاتھ تیز چلنے لگے' اسی وقت فرید چچا اندر داخل ہوئے۔ خبروں کے بعد موسیقی کا کوئی پروگرام چلنے لگا تھا اناؤنسر گلوکاروں کے نام بتا رہی تھی یہ تو ڈبل خوشی ہو گئی تھی۔ ویسے بھی جو لوگ خبروں کے دوران سو جاتے تھے۔ ان کو جگانے کے لیے موسیقی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں۔ اس نے دل جمعی سے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھا چچا فرید نے آگے بڑھ کر کھٹاک سے بٹن آف کر دیا۔ ساتھ ہی اس کی ننھی سے خوشی کی لو بجھ کر رہ گئی۔ جیسے کسی قیدی کو بیرک سے نکالتے ہی دوبارہ واپس بھیج دیا جائے۔ وہ بے دلی سے پتے توڑنے لگی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اس روز تو اسے نیوز کاسٹر کی بات پر یقین نہیں آیا تھا' لیکن تیسرے روز کی شام کو جب وہ چھوٹی خالہ کی قمیص کی آستین ادھیڑ رہی تھی۔ خالہ امی بھی چھوٹی خالہ کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں بلکہ وہی باتیں کر رہی تھیں چھوٹی خالہ تو عصمی کے کام پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں جب چچا امام دین سلام کرتے ہوئے اندر داخل ہوا۔

"یہ ایک اور بور شخص۔" اس نے سوچتے ہوئے زور سے دھاگا کھینچا۔

"توبہ جی توبہ' کیا بتائیں قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ میری توبہ۔"

وہ نیچے بیٹھتے ہی بڑی خضوع و خشوع سے توبہ کرنے لگا دونوں خالائیں تو اس کی طرف متوجہ ہوئی ہی تھیں' عصمی نے بھی ایک پل کو ہاتھ روک کر اسے غیر دلچسپ انداز میں دیکھا اور 'ہونہہ' کہہ کر اپنے کام میں لگ گئی۔

"کیا ہوا بھائی امام دین! خیر تو ہے۔ جو یوں توبہ تلا کر رہے ہو۔" خالہ امی نے پوچھا۔

"بس جی کچھ نہ پوچھیں ایک تو رات کو ہلکی ہلکی بارش ہوئی تھی' دوسرے کل رات کو ہی وہ مہتاب علی نہیں جس کی بڑی سی کپڑے کی دکان ہے۔"

وہ بولتے بولتے رکا قصبے کے بازار میں دو تین ہی بڑی بڑی دکانیں تھیں خالاؤں کو پہچاننے میں کیا دقت ہوتی تھی فوراً بول پڑیں۔

"ہاں ہاں ہمیں پتا ہے' کیا ہوا اسے؟"

"جی اسے کچھ نہیں ہوا۔ کل رات اس کا باپ مر گیا۔ کئی سالوں سے بیمار تھا سانس کا مریض۔ اب بندہ پوچھے جہاں اتنے سال بیماری کے کاٹ لیے وہاں دو چار دن اور کاٹ لیتا یہ کم بخت بارشیں تو کچھ رک جاتیں۔" وہ منہ بگاڑ کر خیالوں میں شاید مہتاب علی کے باپ کی جلد بازی' یا کوتاہ بینی' کو کوس رہا تھا۔

"لو بتاؤ بھلا۔ یہ کوئی بندے کے بس میں ہے جب جی چاہا مر گئے جب جی چاہا موسم دیکھ کر ملک الموت کو ٹال دیا کہ بھائی کل آنا آج تو بارش ہو رہی ہے۔" چھوٹی خالہ نے افسوس بھرے انداز میں امام دین کو دیکھتے ہوئے کہا "جب اس کی آنی تھی آ گئی۔"

"چلو جی آ گئی۔ مانا یہ اس کے بس میں نہیں تھا پر صبح جو قبرستان میں پھسلن تھی دو تین تو وہیں لیٹ گئے۔ میں تو جی میں بڑا گھبرایا کہ کہیں ایک قبر کے بجائے دو تین اور نہ کھودنی پڑ جائیں۔ پر وہاں دو تین کا کیا سوال۔ ایک کھودنی ہی دشوار ہو گئی تھی۔" وہ پھر سے سسپنس پھیلاتے ہوئے بولا۔

"اتنی تو بارش نہیں ہوئی رات' امام دین! جتنا تم فسانہ بنا رہے ہو۔" چھوٹی خالہ شروع سے حقیقت

Digest Library .com

پسند تھیں۔

"آپ کو نہیں پتا جی' یہ سرما کی موئی بارش ہوتی کم ہے زمین میں دھنستی زیادہ ہے نہ اس کا شور نہ اس کی آہٹ' بس اندر ہی اندر اترے چلی جاوے ہے زمین کے' یہی کیا رات بھی اس نے۔ اللہ موت دے تو سوکھے موسم میں۔" اس کی نئی ایجاد کردہ دعا پر تینوں حیران رہ گئیں۔

digest library.com

"لو کر لو بات۔ پہلے بندہ کہتا تھا اللہ موت دینا عزت و آبرو کی ایمان کے ساتھ اٹھانا اب یہ بھی کہنا پڑے گا کہ سوکھے موسم میں اس دنیا سے اٹھانا' امام دین تیرا بھیجا تو نہیں کھسک گیا؟" چھوٹی خالہ نے امام دین کو تنقیدی نظروں سے گھورا۔

"میری بات سنو گی تو جی آپ کو بھی لگے گا کہ بھیجا کھسک گیا ہے۔"

اس نے پھر ادھوری بات کی عصمی نے ٹانکے ادھیڑنے چھوڑ دیے اور غور سے امام دین کو دیکھنے لگی۔ تیز گرے رنگ کا شلوار سوٹ جو کبھی گرم رہا ہو گا مگر اب صرف رنگ اڑا بے جان سا کپڑا تھا اس کے اوپر نیلی سفید دھاریوں والی لنڈے کی بند گلے کی جرسی تھی۔ صبح قبر کھودنے کے بعد شاید اس نے ہاتھ دھوئے ہوں لیکن چہرے پر ہاتھ پھیرنا بھول گیا ہو گا کیونکہ اس کے بھربھرے چہرے پر کہیں کہیں گیلی مٹی جمی ہوئی تھی اور سر کے کالے سفید کھچڑی بالوں میں بھی مٹی لگی تھی۔

"وہ تو جی عجیب ہی کہانی ہو گئی۔ میں نے جی قبر کھودنی شروع کی سردی تو تھی ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی ہونے لگی۔ دس گیارہ بجے جنازہ تھا۔ میں تیزی سے پھاوڑا چلا رہا تھا کہ جلدی سے قبر کھودوں اور اس سردی سے جان چھڑاؤں۔ پر کیا بتاؤں پہلی قبر کھودی تو اندر مردہ۔"

"کیا؟" تینوں بلند آواز سے چیخیں۔ "ہائے!" چھوٹی خالہ نے انگلی لبوں پر رکھی اور دھک سے رہ گئیں۔ ڈر تو عصمی بھی گئی تھی۔

"پھر؟" خالہ امی نے حوصلہ سے آگے پوچھا۔

"میں نے جلدی جلدی اسے بند کیا اور دوسری کھود ہی رہا تھا کہ لڑکا آگیا قبر تیار ہے؟ جنازہ چل پڑا ہے۔ میرے تو ہاتھ پیر پھول گئے تیزی سے جو ہاتھ چلایا تو اس کے اندر بھی پہلے سے مردہ موجود تھا' نری ہڈیاں' ہائے جی کیا بتاؤں۔" اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔

"اے امام دین! تجھے اللہ سمجھے ہارٹ فیل کروائے گا ہمارا' جلدی بول آگے۔" چھوٹی خالہ کمزور دل کی مالک تھیں گھبرا کر بولیں۔

"بس جی کیا بولوں آگے۔ کہیں جا کر پانچویں قبر میں اس بڈھے کو جگہ ملی۔ میرا تو پورا وجود اکڑ گیا قبریں کھود کھود کر۔ میں تو سمجھا تھا کہ چھٹی قبر مجھے اپنی ہی کھودنی پڑے گی۔ اوپر سے کیچڑ دلدل اور پھر یہ انہونی۔ ایسا تو جی کبھی نہیں ہوا مجھے پینتیس سال ہو گئے ہیں اس کام میں۔ پہلی بار ایک مردے کے لیے اتنا خوار ہونا پڑا ہے۔ میں تو کہوں جی یہ دنیا پھٹنے کو ہو رہی ہے سڑک پر نکل جاؤ سر ہی سر۔ سوچا تھا قبرستان تو ویران ہوتے ہیں۔ اب تو وہاں بھی کال پڑ گیا ہے جگہ کا' اتنی آبادی اوپر نہیں جتنی زمین کے نیچے ہو گئی ہے جی اللہ کی پناہ۔ پتا نہیں ہمیں جگہ ملتی بھی ہے یا اس دن چیل کوؤں کی دعوت ہو گی۔"

"ہاں امام دین! صحیح کہتا ہے تو اور یہ حدیث یونہی تو پوری نہیں ہوئی کہ ایک ایک قبر سے ستر ستر مردے نکلیں گے وہی ہو رہا ہے۔" چھوٹی خالہ کو امام دین کی بات پر یقین آگیا۔

"میں تو کہوں جی یہ سائنس دان اتنے کام جو کرتے ہیں اس زمین پر جگہ کی تنگی کے بارے میں کیوں نہیں سوچتے اتنا آسمان فالتو پڑا ہے۔" امام دین نے لالچی نظروں سے اوپر آسمان کی طرف دیکھا۔

"اے کر تو رہے ہیں کبھی چاند پر منہ ماری کرتے ہیں کبھی مریخ پہ۔ پر وہاں کی مخلوق بھی بڑی سیانی ہے۔ اس نے بھی ہوا پانی اپنے قبضے میں کر رکھا ہے یہ جاتے

ہیں اپنا سا منہ لے کر آجاتے ہیں۔" چھوٹی خالہ کی سائنسی معلومات بڑی وسیع تھیں۔

"پر آسمان پر دنیا بسانے کے باوجود مرے تو زمین میں ہی دفنانے پڑیں گے ورنہ تو آسمان سے ٹپاٹپ گریں گے۔" امام دین کی سوئی قبرستان میں اٹکی ہوئی تھی اس کی اس نئی پریشانی پر عصمی کو ہنسی آگئی۔

"ہاں واقعی آبادی کافی ہو گئی ہے۔" خالہ امی نے بھی ان کی تائید کی۔

"لو، کل بتا رہے تھے ٹی وی میں کہ موئی آبادی چودہ کروڑ سے بڑھ گئی ہے میں تو یہ سن کر ہی ہول رہی تھی، تم نے نئی خبر سنادی کہ قبرستان میں بھی جگہ نہیں رہی۔ اب بیچارے انسان جائیں تو جائیں کہاں نہ زمین کے اوپر گنجائش نہ زمین کے نیچے۔"

وہ اس دن سمجھ رہی تھی کہ خالہ تسبیح پڑھ رہی ہیں وہ تو خبریں سن رہی تھیں۔ واقعی تسبیح کا یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ ایٹ اے ٹائم (ایک ہی وقت میں) تین چار حسیں کام کر رہی ہوتی ہیں۔

"تو قبرستان کا احاطہ بڑھوا دیں میونسپل والے؟" خالہ امی نے تجویز پیش کی۔

"وہ کہاں سے بڑھوا دیں دونوں طرف تو سڑکیں ہیں ایک طرف چھوٹی نہر اور چوتھی اطراف میں محکمہ جنگلات کے افسروں کی کوٹھیاں ہیں۔ جگہ اور کہاں سے مل سکتی ہے۔ اب تو اسی احاطے میں گزارہ کرنا پڑے گا۔" امام دین نے تینوں کی رہی سہی امید بھی ختم کردی۔

اس کے بعد تینوں اپنی اپنی جگہ سوچ میں گم ہو گئے کہ جب ہمارا وقت آئے گا جگہ ملے گی یا نہیں اور اچھا موسم تو ضروری ہے کم از کم گورکن کو اگر تین چار قبریں کھودنی پڑیں تو وہ مردے کو تو کوسنے نہ دے۔

اور اس روز عصمی کو پورا یقین ہو گیا کہ آبادی حد سے تجاوز کر گئی ہے، حکومت نے اس مقصد کے لیے کروڑوں روپے لگائے اور نتائج نکالے لیکن عصمی کو یقین نہ آیا اور آج امام دین کی بات سے اسے صورت حال کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا اور اس خبر پر یقین کرنے کی ایک اور وجہ بھی تھی، وہ گھر میں ہونے والے ایک نئے شخص کا اضافہ تھا جو اس خبر کے سچ ہونے کا ٹھوس ثبوت تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

رات بھر دھیمے دھیمے سروں میں بارش برستی رہی۔ سرسراتی ہوا کے ساتھ بوندوں کی مدھم آہٹ جیسے کوئی رات کے سناٹے میں احتیاط سے زمین پر قدم دھر رہا ہو اور پھر بھی اس کی چوری پکڑی جائے۔ بارش کی بوندوں کے ساتھ اس کے دل کی بے چینی بڑھتی گئی لوگوں کو ساون کی بارشیں بے چین کرتی ہیں۔ اسے نومبر، دسمبر کی بارشیں نہیں سونے دیتیں تھیں، اگر رات بھر بارش ہوتی رہتی۔ وہ رات بھر رت جگا مناتی تھی دل چاہتا کہ اٹھ کر باہر جائے اور قطرہ قطرہ گرتی ان اداس بوندوں کو اپنے اندر سمولے یا پھر خود ان قطروں کا حصہ بن جائے۔ پتا نہیں سردیوں کی بارش اسے کیوں اپنی طرف کھینچتی تھی اگر خالہ امی کا ڈر نہ ہوتا تو وہ شاید سارا وقت منڈیر یا بالکونی میں ہی گزار دیتی۔ خالہ امی عشاء کے بعد سارے وظائف بلکہ مزید اضافے کے ساتھ کر چکی تھیں۔ امام دین کی خوفناک باتوں نے انہیں خضوع و خشوع سے عبادت کرنے پر مجبور کر دیا تھا اب وہ دو چار بار کروٹیں بدلنے کے بعد غافل ہو چکی تھیں۔

مگر عصمی جاگ رہی تھی اور چپکے چپکے ہونے والی بارش کی موسیقی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ شاید آدھی رات سے زیادہ گزر گئی تھی۔ جب اس پر غنودگی چھانے لگی تھی کہ اچانک نیچے کی منزل میں پلنگ گھسٹنے کی آواز آئی۔ پھر شاید لحافوں والی پیٹی کا ڈھکن زور سے بند کیا گیا کسی کے بولنے کی آواز بھی آ رہی تھی پہلے اس کا دل چاہا اٹھ کر دیکھے کہ نیچے کیا ہو رہا ہے لیکن پھر اس نے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ خالہ امی کی آنکھ تو پتے کی آہٹ سے کھل جاتی تھی پھر تھوڑی دیر بعد وہ آوازیں آنا بند ہو گئیں، ہر طرف خاموشی چھا

Digest Library . com

گئی۔ صرف بوندوں کی آہٹ تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سو گئی۔

صبح حسب عادت خالہ امی کی نماز کے وقت آوازیں اس کے کانوں تک پہنچ ہی نہ سکیں وہ لحاف میں سر منہ لپیٹے سوئی رہی' جب اس کی آنکھ کھلی تو دن نکل چکا تھا۔ لیکن بادل ویسے ہی سر پر کھڑے تھے اور ہر طرف دھند کا ایک غبار پھیلا ہوا تھا وہ کتنی دیر سستی سے بستر پر پڑی اٹھنے کے بارے میں سوچتی رہی۔

"لگتا ہے پھر بارش ہونے والی ہے۔" اس نے کھڑکی کے ادھ کھلے پٹ سے باہر دیکھتے ہوئے سوچا "مزہ آ جائے گا لیکن بارش کا مزہ بھی رات کو ہی ہے۔" رات سے اسے یاد آیا کہ نیچے کی منزل میں رات کو شور ہوا تھا۔

"جگنو آیا ہو گا۔" اس نے خود ہی قیاس کیا لیکن وہ تو نیچے اپنے بیڈ روم ہی میں سوتا ہے پھر! اس نے کچھ دیر سوچا پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اوہ بڑی سردی ہے۔" لحاف سے ذرا سا باہر نکلتے ہی اس نے ہاتھ آپس میں رگڑے۔

"ابھی تو لحاف ہی میں رہنا چاہیے۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہناتی خالہ امی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی شاید اس کے ارادے کو بھانپ لیا۔

"سو جاؤ بی رانی پھر سو جاؤ' ابھی دن کہاں نکلا ہے کاہے کو اتنی جلدی اٹھ کر منہ کا مزہ خراب کرتی ہو۔" وہ کھسیانی ہو گئی اور سویٹر پہننے لگی۔

"خالہ امی! اٹھ تو گئی ہوں۔" شال اوڑھتے ہوئے وہ ان سے کنی کترا کر باہر نکل گئی اور سیدھی منڈیر کی طرف گئی' جہاں سے نیچے کی دونوں منزلوں کا منظر صاف دکھائی دیتا تھا سب سے نیچے والی اسٹوری میں تو آمنے سامنے تین تین کمرے تھے درمیان میں بڑا سا صحن اور ایک سائیڈ پر کچن بنا ہوا تھا جبکہ دوسری منزل پر سامنے دو کمرے تھے اور ان کے کمروں کی چھت کے نیچے بڑا سا برآمدہ تھا۔

عصمی کا سارے دن میں دلچسپ مشغلہ اسی منڈیر پر کھڑے ہو کر یا تو نیچے کا نظارہ کرنا تھا یا پھر اردگرد کی چھتوں کا جائزہ لینا' آسمان کی وسعتوں کو ناپنا' اڑتے ہوئے پرندوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا یا پھر رنگ برنگی ڈولتی لہراتی پتنگوں کو رشک سے دیکھنا۔

اور ان میں سے ہر ایک مشغلہ دونوں خالاؤں کے نزدیک انتہائی بیہودہ اور واہیات تھا کہ یہ شریف لڑکیوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اردگرد کی چھتوں کو تاکتی پھریں یا منہ اٹھائے آسمان کو دیکھتی رہیں اور نیچے دیکھنا تو اخلاق سے گری ہوئی انتہائی گھٹیا حرکت تھی۔ کئی بار وہ اس حرکت پر چھوٹی خالہ سے بے بھاؤ کی سن چکی تھی۔ وہ انتہائی انہماک سے نیچے والوں کے مشاغل کا جائزہ لے رہی ہوتی جب چھوٹے خالہ اچانک چنگھاڑنے لگتیں۔

"اے بی! میں کہتی ہوں نیچے کیا بندر کا تماشا ہو رہا ہے جو ہونقوں کی طرح منہ کھولے دیدے پھاڑے' دیکھتی جا رہی ہو۔ خدا جانے یہ لڑکی ہے یا ہمارے اعمالوں کی سزا۔ خدا نے ایک اوپر کی آنکھ بنا چھوڑا ہے اسے ہمارے لیے' کوئی کام' کوئی حرکت اس خدائی خوار سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اے آپا فاطمہ! میں کہتی ہوں پٹہ ڈالو اس کو۔" وہ خالہ امی کو مخاطب کر کے کہتیں "اگلے گھر جائے گی تو یونہی دیدے پھاڑ پھاڑ کر سسرال والوں کی کن سوئیاں لیتی پھرے گی اگلے دوسرے روز چوٹی پکڑ کر باہر کریں گے۔ سنبھالو اس جانگلوس کو۔"

digest library.com

ان کی پھٹی ہوئی آواز خالہ امی کے سوا اردگرد کے سارے گھر سنتے اور خالہ امی بے چاری بھلا کیسے سنتیں ایک تو ان کی قوت سماعت خاصی کمزور ہو چکی تھی دوسرے وہ ہمیشہ کچن میں پائی جاتی تھیں اور اس میں بھی عصمی کا کمال تھا کہ وہ کچن میں جاتی نہیں تھی تو خالہ امی بے چاری کیسے فارغ ہوتیں جو ہو بھی جاتیں تو وہ منڈیر کی طرف کم ہی آتی تھیں۔ اور عصمی

چھوٹی خالہ کی یہ پھٹکار سن کر کان کھجاتی نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھتیں کہ کہیں خالہ امی نے سن تو نہیں لیا پھر ذرا سستی سے سہلتی ہوئی منڈیر پر سے ہٹ جاتی۔

لیکن چھت کی کوئی ایک دیوار تو نہیں تھی کہ اسے وہاں سے ہٹا دو تو وہ اندر جا کر آرام کر لیتی۔ وہ گلی کی طرف والی دیوار کی طرف ہو جاتی وہ دیوار خاصی اونچی تھی البتہ اس کی سیمنٹ کی جالیوں میں سے نیچے کا منظر واضح طور پر نظر آتا تھا وہاں کھڑی ہو کر آتی جاتی اکا دکا سائیکلوں اور موٹر سائیکلوں کو دیکھنے لگ جاتی۔ چھوٹی خالہ نے اس کے بہت سے نام رکھ رکھے تھے خبطی' دیوانی' کھسکی ہوئی' عقل سے پیدل **عصمی** مگر وہ بھی کسی چکنی مٹی سے بنی تھی ایسے سنتی جیسے یہ خطاب وہ کسی اور کو دے رہی ہوں اور خالہ امی کو اس کے ان دلچسپ مشاغل کا علم تب ہوتا جب ان کی چھوٹی خالہ سے بالمشافہ ملاقات ہوتی۔ وہ **عصمی** کو گھورتیں' چھوٹی خالہ کے سامنے اسے ڈانٹتیں اور وہ سر جھکا کر سب کچھ سن لیتی تو چھوٹی خالہ جل کر اسے میسنی اور گھنی کے القاب سے نواز کر نیچے اتر جاتیں تو اسے حیرت ہوتی کہ اب تو اس نے کچھ نہیں کیا پھر چھوٹی خالہ اس سے کیوں ناراض ہو گئیں۔

پہلے پہل وہ چھوٹی خالہ کے اس کٹھور رویے کے بارے میں سوچ سوچ کر کڑھا کرتی تھی بلکہ کبھی کبھار ایک آدھ آنسو بھی بھولے سے آنکھ میں آجاتا تھا لیکن اب اس نے اس پیچیدہ مسئلے کے بارے میں سوچنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

اس کے نزدیک ان دل دکھانے والی باتوں سے زیادہ دلکشی تو فطرت میں تھی۔ سرسبز درخت اور ان کی اونچی اونچی شاخوں پر بنے چڑیوں کے گھونسلے' خالہ امی کے گملوں میں گلاب' موتیے اور لیموں کے پودوں سے آتی مسحور کن خوشبو' سرمئی' نیلا' سفید' سلیٹی رنگوں سے مزین آسمان اور رات کو تاروں کی ٹمٹماتی روشنی' دھوپ بھری دوپہریں' روئی کے گالوں سے تیرتے بادل اور کالی سیاہ گھٹائیں ٹھنڈی ہوائیں۔ آسمان پر اڑتے پرندے اور ان کی چہچہاٹیں اور پھر ان سب سے بڑھ کر بارش!

اتنی اچھی باتوں کے درمیان اسے چھوٹی خالہ کی تلخ باتوں پر سوچنے کا موقع کم ہی ملتا تھا۔ وہ شال کو اپنے شانوں کے گرد اچھی طرح لپیٹ کر مشتاق انداز میں منڈیر کی طرف بڑھی۔ سب سے نیچے تو منظر پرسکون تھا۔ چھوٹی خالہ' چچا فرید کو بھیج کر اب ان کا بچا کھچا سمیٹنے کی فکر میں ہوں گی۔ وہ سب کا بچا کھچا اسی طرح صاف کرتی تھیں کہ ضائع کرنے سے رزق کی بے ادبی ہوتی ہے اس لیے وہ اسے بڑے ادب و احترام سے اپنے معدے میں انڈیل لیتی تھیں پھر اس کے بعد بڑے اہتمام سے اپنے حصے کا کھانا کھاتی تھیں۔ **عصمی** ان کے معدے کو ڈسٹ بن کہا کرتی تھی جس میں وہ سب الم غلم ٹھونس لیتی تھیں آج کل تو ان کا معدہ شکر کر رہا ہو گا کہ رخشی اور جگنو ادھر نہیں تھے۔

دوسری منزل کے سامنے والے پہلے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اندر شاید ساٹھ کا بلب جل رہا تھا۔ اس نے دلچسپی سے ذرا آگے ہو کر اندر تک دیکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ کچھ دیر ایسے ہی گزر گئی وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اوس سے بھیگی ہوئی ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی تو اسے کچھ سردی کا احساس ہوا۔ گیلی منڈیر پر رکھے اس کے ہاتھ سرد ہو گئے تو وہ کہنیاں ٹکا کر آگے کی طرف جھک گئی کمرے کے کھلے دروازے کا تجسس اسے روکے ہوئے تھا۔

اسی لمحے کمرے سے کوئی باہر نکلا "اتنا لمبا قد؟" اس نے حیرت سے سوچا لمبے قد کا وہ کوئی اجنبی نوجوان تھا' ناک نقشہ اچھا تھا اور آنکھوں کے حجم کا پتا بھی اسے فوراً" ہی چل گیا جب اس نے **عصمی** کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے اوپر دیکھا۔ بڑی بڑی سرخ غلافی آنکھیں **عصمی** کو دیکھ کر شاید حیران ہوئی تھیں۔ وہ ذرا سا جھک کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے بھی زور سے سوں سوں کرتے ہوئے دوبارہ اندر کا رخ کیا۔ شاید اسے فلو ہو رہا تھا۔

"**عصمی**!" خالہ امی کی آواز پر وہ پلٹی۔ "اچھا اضافہ ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے باتھ روم کا

Digest Library .com

رخ کیا۔ خالہ امی شاید سوجی کا حلوہ پکا رہی تھیں' ساری فضا میں سوجی بھوننے کی سوندھی سوندھی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے جلدی جلدی ٹھنڈے یخ پانی کے دو چھپکے منہ پر مارے اور تولیے سے منہ رگڑتی ہوئی کچن کی طرف بڑھی۔

"خالہ امی! حلوہ بنایا ہے واہ!" وہ خوش ہو کر اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"تولیہ بھی اپنے ساتھ اٹھا لائی ہو۔" خالہ امی نے ناگواری سے اس کے ہاتھ میں پکڑے تولیے کو دیکھا تو اس نے شرمندہ ہوئے بغیر تولیہ کچن کے دروازے پر ڈال دیا۔

"خالہ امی! یہ نیچے کون آیا ہے؟" گرم گرم حلوہ حلق میں اتارتے ہوئے اس نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"جمیلہ کا بھتیجا ہے۔ ادھر لڑکوں کے کالج میں اس کا ٹرانسفر ہوا ہے۔" خالہ امی نے حلوہ اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے کہا۔

"تو کیا اب یہ یہیں رہیں گے؟" اس نے ذرا ہاتھ روک کر کہا۔

"شاید۔" خالہ امی لاپروائی سے کہا تو اس نے بھی اپنی توجہ حلوے کی طرف کرلی "اس وقت حلوہ زیادہ توجہ کا طالب ہے۔" اس نے سوچا۔

digest library.com

شام تک سردی میں اضافہ ہو چکا تھا۔ بادل اسی طرح سر پر کھڑے تھے جیسے کوئی قرض خواہ کسی قرض دار کے دروازے پر اڑ کر کھڑا ہو جائے۔ بادل بھی اسی موڈ میں لگتے تھے اور ایسے موسم میں تو عصمی کی جان تھی۔ وہ بہت خوش تھی مگر اس کی خوشی کا بھی اپنا ہی انداز تھا جو محسوس ہی نہ ہونے دیتی کہ وہ خوش ہے جیسے سردیوں کی بارش چپ چاپ زمین کے سینے میں سماتی ہے۔ اسی طرح خوشی کا احساس اسے مزید خاموش کر دیتا وہ خود ہی اس احساس سے محظوظ ہوتی۔ اس کی خوش مزاجی کا اندازہ خالہ امی کو اس بات سے ہوا کہ شام کو اس نے اپنی مرضی سے پکوڑے بنائے' چائے بنائی بلکہ رات کی آلو مٹر کی بھجیا کے لیے مٹر بھی بن کہے چھیل دیے اور مٹر خالہ کے حوالے کر کے وہ پھر باہر آ گئی اور منڈیر سے نیچے جھانکنے لگی دوسری منزل کے پہلے کمرے کا بلب روشن تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ لمبا تاڑ سا مہمان اندر موجود ہے۔ صبح وہ دو تین گھنٹوں کے لیے سوٹ بوٹ پہن کر باہر گیا تھا۔ ہاتھ میں رومال تھا جس کو ناک کے آگے رکھ کر وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے دو تین بار زور سے چھینکا تھا۔

"ہا!" اس نے فضا میں گہرا سانس لیا۔ مسالے دار پکوان کی خوشبو نیچے والی منزل سے آ رہی تھی۔ چھوٹی خالہ کچن میں آج بہت مصروف تھیں۔ خالہ امی نے بتایا تھا کہ شاید آج رخشی اور جگنو آئیں۔

ساگ تو انہوں نے لپیٹ کر رکھ دیا ہو گا۔ جگنو کو اس اینیمل فوڈ' سے چڑ تھی اور چھوٹی خالہ اس کی موجودگی میں ایسے کھانوں سے بالکل بے نیاز ہو جایا کرتی تھیں پھر تو بس مرغ بریانی' روسٹ اور کڑاہی وغیرہ ہی بنتے تھے۔ ٹی وی لاؤنج سے جگنو کے کمرے میں شفٹ ہو جاتا تھا لیکن جتنی بلند آواز میں وہ ٹی وی لگاتا تھا لاؤنج تو کیا باہر سڑک سے گزرنے والوں کو بھی اندازہ ہو جاتا تھا کہ آج کل اس گھر میں کوئی بے چین روح اتری ہوئی ہے۔ وی سی آر اس نے اپنے کمرے میں رکھا ہوا تھا اور چچا فرید کی بصارت اور قوتِ سماعت ان دنوں بالکل بے کار ہو جاتی تھیں اور وہ اپنے کمرے میں بیٹھے بے ہنگم انگلش میوزک کو بھی یوں آرام سے سنتے جیسے وہ قصیدہ بردہ شریف کو جگنو کے آنے سے پہلے سنتے تھے۔

"شاید رخشی بھی آئے۔" وہ نیچے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی۔ اسی وقت بوندیں پڑنی شروع ہو گئیں۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو دو تین ٹھنڈے قطرے اس کے چہرے پر آ گرے۔ اسے عجیب سی خوشی ہوئی اس نے ہتھیلیاں آگے کی طرف پھیلا دیں دو تین بوندیں ان پر آ گریں۔

"عصمی!" خالہ امی کی تیز آواز آئی "پاگل ہو گئی ہو۔ فلو ہو جائے گا اندر آ جاؤ۔" تو اس نے جانے سے

پہلے نیچے کی طرف یونہی عادتاً" دیکھا تو وہ رات والا مہمان اپنے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑا حیران نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

واقعی اس کے لیے تو حیرانی کی بات تھی جو صبح سے سوں سوں کر رہا تھا اور وہ مزے سے بارش میں کھڑی تھی۔ وہ فوراً" کچن کی طرف پلٹی۔

"خالہ امی! اتنا اچھا موسم ہو رہا ہے کیا بتاؤں۔ میرا تو جی چاہتا ہے' آج باہر ہی کھڑی رہوں۔" وہ ان کے پاس زمین پر پڑی چوکی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے تو پرزے ویسے ہی ڈھیلے ہیں۔ صحیح کہتی ہے جمیلہ۔" خالہ نے ہنڈیا کے نیچے چولہے کی آنچ مدھم کی۔

"خالہ امی! اتنا شاندار موسم ہے' آپ کا جی نہیں چاہتا چھت پر کھڑے ہونے کو۔" وہ واقعی خوش تھی۔

"وقت وقت کی بات ہوتی ہے بچہ! کبھی ہم پر بھی ایسا ہی وقت تھا جب پہروں بارش میں نہاتے تھے پھر بھی جی نہیں بھرتا تھا۔"

"نہیں خالہ امی! نہانا نہیں چاہیے بس بارش کو دیکھتے رہنا چاہیے نہانے سے تو بارش کا چارم ختم ہو جاتا ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے یہ بارش کوئی جادو ہو میں اسے چھوؤں گی تو یہ جادو ختم ہو جائے گا بس اسے آنکھوں سے محسوس کرنا چاہیے۔" وہ دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئی بولی۔

"تم تو بالکل بے وقوف ہو۔ اچھا اب یہ باتیں چھوڑو اور مجھے بتاؤ تم نے کچھ کرنا بھی ہے یا یونہی منڈیر منڈیر پھرتے رہنا ہے۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا۔ مجھے کیا کرنا ہے بھلا؟" وہ کچھ حیرانی سے بولی۔

"نہ تمہیں کچھ نہیں کرنا اس زندگی میں۔ یونہی بے کار گزار دو گی۔"

"میں نے آپ سے کہا تو ہے' مجھے بھی رخشی کے کالج میں داخل کروا دیں انٹر میں۔" وہ آرام سے بولی۔

"رخشی کے اماں باوا اسے شہر کے اتنے اچھے کالج میں پڑھا سکتے ہیں' پھر ہاسٹل کا خرچ۔ عصمی! تمہیں معلوم ہے میں اتنا خرچ نہیں اٹھا سکتی۔" خالہ امی نے کئی بار کی بتائی ہوئی مجبوری دہرائی۔

"تو پھر رہنے دیں اور کیا کرنا ہے میں نے۔" وہ لاپروائی سے بولی "یا اگر ایسے ہو سکتا کہ ہمارا کوئی رشتے دار لاہور میں ہوتا تو میں کالج میں داخلہ لے لیتی اور ہاسٹل کا خرچ بچ جاتا۔" اس نے تجویز پیش کی۔

"اول تو ایسا کوئی ہے نہیں وہاں اور اگر ہوتا بھی تو میں تمہیں کسی کے گھر میں نہ چھوڑتی۔" وہ قطعیت سے بولیں۔

"خالہ امی! میں لاہور ہی میں پیدا ہوئی تھی نا؟" کئی بار کا پوچھا ہوا سوال اس نے پھر پوچھا۔

"ہوں۔" بس ان ہی سوالوں پر خالہ امی کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے اس نے کڑھ کر سوچا۔

"اچھا خالہ امی! ایک بات تو بتائیں۔" وہ ذرا آگے ہو کر بولی "یہ چولہے کی آنچ تو تیز کریں' مجھے تو سردی لگنے لگی ہے۔" اس نے ہاتھ رگڑتے ہوئے کہا۔

"گیلی دیوار سے لٹکو گی سردی تو لگے گی۔" انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے ہنڈیا نیچے اتار دی اور آنچ تیز کر دی۔

"آپ اور امی تو ہوئیں دونوں بہنیں اور ماموں تو میرے کوئی ہیں نہیں ہیں نا؟" اس نے ان کی تائید چاہی انہوں نے سر ہلا دیا۔

"کیا میرے ابو کے بھی کوئی بہن بھائی نہیں تھے؟"

"بتایا تو ہے تمہارے ایک تایا اور بس۔" خالہ کا انداز کچھ بیزار سا ہو گیا۔

"تایا اور بس۔" اس نے منہ میں دہرایا۔ "وہی تو پوچھتی ہوں یہ تایا محترم کہاں پائے جاتے ہیں۔" وہ براہ راست ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"لاہور میں۔" خالہ امی نے ٹھنڈے لہجے میں جواب دیا۔

"پھر مجھے لاہور میں داخل کروا دیں کسی کالج میں۔ میں ان کے پاس رہ لوں گی۔" اس نے چٹکی بجاتے ہی جیسے ان کا مسئلہ حل کر دیا۔

Digest Library

"اور وہ تو تمہارے راستے میں آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں۔ ہے نا۔" خالہ امی طنز سے بولیں۔

"ہزار بار بتایا ہے عصمی! کہ وہ لوگ ذرا اور مزاج اور طور طریقوں کے ہیں۔ ہم جیسوں کو تو۔" وہ چپ کر گئیں۔

digest library.com

"کیا ہم جیسوں کو۔ میں ان کی بھتیجی ہوں پھر وہ مجھے اپنے پاس کیوں نہیں رکھیں گے آپ کی میں بھانجی ہوں۔ آپ نے بھی تو اتنے عرصے سے مجھے پناہ دے رکھی ہے۔"

"میری بات اور ہے خدا نے اولاد نہیں دی تو تمہیں والدین سے محروم کر کے میری یہ کمی دور کر دی جبکہ تمہارے تایا کے ساتھ ایسی کوئی مجبوری نہیں آج کل لوگ سروں کو سلامیاں ڈالتے ہیں جب سر ہی سلامت نہ ہوں تو دید مروت کس بات کی اس خیال کو دل سے نکال دو اور کالج کا خیال بھی۔ میری اتنی سکت نہیں ہے' تمہارے خالو کی پنشن نے بھرم رکھا ہوا ہے ورنہ یہ دال دلیہ بھی چلانا مشکل تھا۔ اللہ کا شکر ہے چھت اپنی ہے۔" ان کی بات پر وہ چپ کر گئی۔

"روٹی ڈالوں' کھانا کھانا لو اب۔" اسے چپ دیکھ کر وہ کچھ دیر بعد بولیں۔

"نہیں ابھی بھوک نہیں ہے۔" وہ کچھ بجھی ہوئی آواز میں بولی۔ باہر بارش تیز ہو گئی تھی وہ کان لگا کر ٹپ ٹپ قطروں کو دھیان سے سننے لگی۔

"کھالو پھر رات زیادہ ہو جائے گی۔ میں نے پھر نماز بھی پڑھنی ہے' بارش بھی تیز ہو گئی ہے۔" خالہ امی نے پھر کہا۔

"نیچے شور ہو رہا ہے میرا خیال ہے یہ جگنو کی آواز ہے۔" اس نے خالہ امی کو نیچے سے آتی آوازوں کی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

"ہاں آ گئے ہوں گے۔ شام سے جمیلہ تیاریوں میں لگی ہوئی تھی۔" وہ لاپروائی سے بولیں۔

"ڈالوں پھر روٹی؟"

"ہاں ڈال لیں۔" وہ اکتاہٹ سے بولی تو انہوں نے پراٹھا گھسیٹ کر تین پیڑے بنائے اور توا چولہے پر رکھا۔

"آہا عصمی کی بچی! یہاں چھپ کر بیٹھی ہو' میں کب سے تمہارا نیچے انتظار کر رہی تھی۔"

"سلام تائی اماں!" رخشی نے اندر داخل ہوتے ہوئے عصمی کے پاس پڑی دوسری چوکی پر بیٹھتے ہوئے اس سے ہاتھ ملایا۔

"وعلیکم اسلام کب آئی ہو رخشی! جگنو بھی آیا ہے۔" خالہ امی نے روٹی سینکتے ہوئے کہا۔

"جی تائی اماں اور بھلا میں نے اکیلے آنا تھا۔ یہاں تو اچھی خاصی سردی ہو گئی ہے' لاہور والے تو ابھی لان اور کاٹن پہنے پھر رہے ہیں اور یہاں جرسیاں بھی نکل آئی ہیں۔" اس نے عصمی کو جرسی میں سکڑے دیکھ کر کہا "ہم تو پچھلی بار گرم کپڑے بھی نہیں لے کر گئے تھے آتے وقت مارے سردی کے ہم دونوں کا برا حال ہو گیا اور ادھر نہر کے پاس سے جب رکشہ گزرا ہمارے تو دانت ہی بج اٹھے۔"

وہ بلا تکان بولتی چلی گئی۔

"ویسے اس دفعہ بارشیں کچھ جلدی شروع نہیں ہو گئیں۔ کیا پکایا ہے تائی اماں آپ نے؟" اس نے ان کا جواب سنے بغیر آگے بڑھ کر ہنڈیا کا ڈھکن اٹھا کر اس میں جھانکا۔

"اوں آلو مٹر۔ آؤ عصمی! نیچے چلتے ہیں امی نے بڑے مزے کی مٹن کڑاہی اور چکن بریانی بنائی ہے۔ یہ جگنو بھائی کی وجہ سے ہمارے بھی عیش ہو جاتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھتے ہوئے بولی۔

"تمہیں تو پتا ہے کڑاہی تو مجھے پسند ہی نہیں اور چاول تو مجھ سے رات کو کھائے ہی نہیں جاتے تم چلو' میں ابھی کھانا کھا کر نیچے آتی ہوں۔" اس نے بیٹھے بیٹھے اسے جواب دیا۔

"یار! بڑی بدذوق ہو' میرا خیال ہے تم روئے زمین پر واحد مخلوق ہو گی جسے مٹن کڑاہی پسند نہیں۔ خیر آجانا یاد سے پھر خوب باتیں کریں گے۔ مجھے تو بڑی بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں کھانا لگا لگایا چھوڑ کر آئی ہوں۔" وہ جانے کے لیے مڑی۔

اس کے ناک چڑھانے پر خالہ امی نے بھی کھانے کے لیے اصرار نہ کیا۔

"اور ہاں عصمی! یہ ڈائنوسار کہاں سے در آمد کیا ہے؟" وہ جاتے جاتے رک کر نیچے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

"کون؟" عصمی نے حیرت سے پوچھا۔

"تائی اماں! سیڑھیوں کا بلب فیوز ہو گیا ہے۔ اتنا اندھیرا تھا وہ جو کمرے سے نکلا میری تو چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔" وہ شاید رات والے مہمان کا ذکر کر رہی تھی۔

"تمہارے ماموں کا بیٹا ہے نوروز۔" خالہ امی نے تین پھلکے اتار کر توا نیچے اتار لیا۔

"ماموں کا بیٹا؟" وہ کچھ اچھنبے سے بولی "ماموں تو کبھی ملے نہیں اور یہ حضرت کہاں سے ٹپک پڑے۔" وہ چوکھٹ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"خالہ امی! یہ کیا نام ہوا نوروز۔ دس روز یا بارہ روز کیوں نہیں؟" عصمی بولی۔

"نوروز کا مطلب ہے موسم بہار کا پہلا دن۔ ہے نا تائی اماں؟" رخشی نے اپنی علمیت جھاڑتے ہوئے خالہ امی سے تصدیق چاہی۔

"اتنا تو مجھے بھی پتا ہے اس کا مطلب 'ایران کے موسم میں پڑھا تھا لیکن یہ نام تو پہلی بار سنا ہے۔" عصمی منہ بنا کر بولی۔

"نوروز کی ماں ایرانی تھی اور تمہارے ماموں ادھر بزنس وغیرہ کے سلسلے میں جایا کرتے تھے۔ نوروز کے نانا سے ان کا ملنا جلنا ہوا تو انہیں رابعہ پسند آ گئیں۔ دونوں نے شادی کر لی خاصے مالدار تھے نوروز کے نانا دونوں شادی کے کچھ عرصہ بعد وہیں رہے وہیں نوروز پیدا ہوا' اس کے نانا ہی نے اس کا یہ نام رکھا تھا پھر نانا کے انتقال کے بعد یہ دونوں پاکستان آ گئے اور رابعہ کو وراثت میں ملنے والی ساری جائیداد بیچ کر پیسہ یہاں کسی کاروبار میں لگا دیا۔ بس ماں باپ کے نصیب میں ہی اس پودے کی بہار دیکھنا نہ تھا' چھوٹا ہی تھا کہ ماں باپ کا انتقال ہو گیا اور۔" خالہ امی نے ذرا تفصیل سے بتایا۔

"اچھا تائی اماں! سوری مجھے تو بڑی بھوک لگی ہوئی ہے باقی کی معلومات بہاراں صبح لے لوں گی۔ اب اجازت دیں۔" کہہ کر وہ برستی بارش سے بچتی ہوئی غسل خانے سے باہر نکل گئی۔

"عجیب لڑکی ہے یہ بھی بے چین اور چلبلی۔" تائی اماں بڑبڑائیں "چلو تم تو کھانا شروع کرو۔" انہوں نے پلیٹ میں سالن نکال کر اس کے آگے کھسکایا "یا نیچے جانا ہے؟"

پتا نہیں وہ اس کی مرضی پوچھ رہی تھیں یا طنز کر رہی تھیں اس نے کچھ جواب نہ دیا اور رکابی سے روٹی اٹھا کر لقمہ توڑنے لگی۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلی صبح بے حد چمکیلی اور روشن تھی۔ پچھلے تین چار دن کے ابر آلود موسم کا آسمان پر شائبہ تک نہ تھا۔ کھلا اور شفاف نیلا آسمان اور نرم گرم دھوپ کی مہربان کرنیں۔ رات تو وہ نیچے جا ہی نہ سکی تھی' کھانا کھاتے ہی وہ بستر میں جا گھسی تھی۔ پچھلے تین دن کی مسلسل بارش کی وجہ سے وہ صفائی بھی ڈھنگ سے نہ کر سکی تھی اس لیے آج صبح وہ ناشتہ کرتے ہی صفائی میں جت گئی لیکن اس سے پہلے اس نے منڈیر پہ کھڑے ہو کر نیچے ضرور جھانکا تھا' پہلی نظر اس کی نوروز ہی پر پڑی تھی جو دونوں کمروں کے ساتھ بنے باتھ روم میں تولیہ لے کر جا رہا تھا' اس کی سوں سوں' ہنوز جاری تھی۔ بے چارے کا فلو لمبا ہی ہو گیا۔ ڈائنوسار" وہ خود ہی ہنس پڑی۔ "یہ رخشی نے اچھا نام رکھا ہے۔" وہ سلیپر بمشکل گھسیٹتے ہوئے چل رہا تھا چال سے لگ رہا تھا بخار بھی ہو گیا ہے۔ اس نے خود ہی اندازہ لگایا نیچے والے پورشن میں مکمل خاموشی تھی رات کو بہت دیر تک باتیں ہوئی ہوں گی اس لیے رخشی اور جگنو تو ابھی تک سو رہے ہوں گے۔

"اگر سروے مکمل ہو گیا ہو تو عصمت بیگم منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ تناول فرمالیں۔"

خالہ امی کی طنز بھری پکار پر وہ بغیر شرمندہ ہوئے پلٹی اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

Digest Library .com

ناشتے کے بعد اس نے صفائی شروع کردی' خالہ امی نیچے چلی گئیں شاید جگنو سے ملنے۔

"یہ بھی عجیب چیز ہے شہر جا کر تو اس کے انداز ہی بدل گئے ہیں۔" عصمی کو تو اس کے سامنے جانے سے گھبراہٹ ہوتی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ وہ یہ سب محض مذاق میں کہتا ہے لیکن چھوٹی خالہ اسے یوں دیکھتیں کہ عصمی کو دو پل وہاں کھڑے ہونا محال ہو جاتا۔ اس لیے جگنو کی موجودگی میں وہ نیچے جانے سے گریز ہی کرتی تھی۔

"اچھا تو اب تم پردہ بھی کرنے لگی ہو بھائی سے' وہ رات سے تمہارا پوچھا رہا ہے اور میڈم نخرے دکھا رہی ہیں۔" رخشی آخری سیڑھی سے بولتی ہوئی اوپر آئی تو وہ مسکرا اٹھی۔

"نہیں میں بس کام ختم کر کے نیچے ہی آ رہی تھی۔" اس نے جھوٹ گھڑا۔

"چلو اب دھوپ میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں نیچے تو اچھی خاصی سردی ہے۔" اس نے برآمدے میں پڑی کرسی دھوپ میں گھسیٹی تو عصمی نے بھی اس کی تقلید میں کرسی گھسیٹ کر دھوپ میں رکھ لی۔

"چائے بناؤں تمہارے لیے؟" اس نے بیٹھنے سے پہلے پوچھا۔

"کیوں تم نہیں پیو گی؟" رخشی نے دوسری کرسی پر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں پی لوں گی اگر تم کہو تو۔"

"چلو بنا لاؤ پھر۔" اس نے بیٹھے بیٹھے سورج کے رخ سے کرسی ذرا ترچھی کی۔ عصمی کچن کی طرف چل پڑی۔

"رخشی! کتنے دن کی چھٹیاں ہیں تمہیں؟" اس نے چائے بناتے ہوئے کچن سے ہی آواز لگائی۔

"چھٹیاں کہاں؟" وہ منہ بنا کر بولی اور پھر اٹھ کر کچن کے دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔

"بس پرسوں چلے جائیں گے' آگے پھر دسمبر کی چھٹیاں آئیں گی۔ آج کل تو خاصی پڑھائی ہو رہی ہے امی نے لکھا تھا کہ ابو کی طبیعت ٹھیک نہیں' انہیں کو دیکھنے آئے ہیں۔ ایک آج کی چھٹی ہے کل سنڈے ہے کل شام کو یا پھر پرسوں صبح صبح نکل جائیں گے۔"

"بس ایک دن کے لیے؟" عصمی کچھ افسردگی سے بولی۔

"ہاں بھئی مجبوری ہے۔ پڑھائی کوئی آسان بات ہے۔" رخشی نے چوکھٹ سے ٹیک لگائی۔

"اب تو سنا ہے یہاں بھی لڑکیوں کا انٹر کالج بن رہا ہے۔" عصمی نے چائے مگوں میں ڈالی۔

"ارے چھوڑو' جیسا پھٹیچر یہ قصبہ نما شہر ہے ویسے ہی اس کے کالج۔" رخشی منہ بنا کر بولی۔ "پہلے یہ بوائز کالج کو تو ڈگری کا درجہ دے دیں پھر انٹر کالج بنائیں۔"

"چائے یہیں پیو گی یا باہر چلیں؟" عصمی نے پوچھا۔

"باہر ہی چلتے ہیں۔" وہ مڑتے ہوئے بولی تو عصمی بھی ٹرے اٹھا کر اس کے پیچھے ہی چل پڑی۔

"تمہیں تو کہا ہے ایڈمیشن لے لو۔ دو سال سے بے کار بیٹھی ہو' آج کل کون سا زمانہ ہے محض میٹرک کا۔" وہ کرسی پر بیٹھ کر چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے بولی۔

digest library.com

"ہاں کہا تو ہے خالہ امی سے' دیکھو۔" اس کا لہجہ کچھ اداس سا ہو گیا۔

"عصمی! رات امی ابو باتیں کر رہے تھے۔ تمہارے تایا تو کروڑ پتی ہیں لاہور کے سب سے پوش علاقے میں رہتے ہیں۔ تم کوشش کرو ان سے ملنے کی۔ یونہی چلی جاؤ کسی روز تائی اماں کے ساتھ۔" رخشی کا انداز اسے اچھا لگا نہ تجویز۔

"ہوں گے مجھے کیا۔" وہ کندھے اچکا کر بولی "راہ وہ پکڑنی چاہیے جہاں چاہ ہو' انہیں میری خبر نہیں اور میں یونہی ان سے ملنے چل پڑوں چھوڑو۔" اس نے مگ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"ارے ہاں' یہ ڈائنوسار تو بڑی چیز ہے بھئی۔" رخشی نے جلدی سے مگ ٹرے میں رکھا۔

"کیا مطلب؟"

"اپلائیڈ سائیکالوجی میں ایم ایس سی ہیں' سول

سروس کا امتحان دے چکے ہیں لیکن عقل میں پورے لگتے ہیں۔" اس نے کچھ افسوس زدہ انداز میں کہا اور مگ اٹھا کر چائے پینے لگی۔

"کیا مطلب؟"

"بھئی، دیکھو نا اتنا ایجوکیٹڈ بندہ ہو اور اس پھٹیچر سے انٹر کالج میں پڑھانے چل پڑے تو عقل کا تو پورا ہی ہوا نا۔ آج کل لوگ ایڈوانس شہروں کی طرف بڑھتے ہیں اور یہ اس گاؤں میں آ بیٹھے ہیں اور امی بتا رہی تھیں اپنی مرضی سے یہاں اپنا ٹرانسفر کرایا ہے۔" رخشی نے ایک ہی صبح میں ساری "معلوماتِ بہاراں" اکٹھی کرلی تھیں۔

"شاید ہوتے ہیں کچھ ایسے خبطی سے لوگ بھی۔" عصمی نے یونہی کہا۔

"ہاں واقعی خبطی ہے جو اچھی خاصی انکم ٹیکس آفیسر کی نوکری کو لات مار کر ٹیچری کرنے چلا آیا ہے۔" وہ منہ بگاڑ کر بولی۔ عصمی چپ رہی۔

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے۔" کچھ دیر بعد عصمی نے پوچھا۔

"سوسو۔" وہ لاپروائی سے بولی "پتا ہے عصمی وہ میری دوست ہے نا بینا جس کا میں نے تمہیں لاسٹ ٹائم بتایا تھا۔" وہ ذرا آگے ہو کر بولی تو عصمی نے ذرا یاد کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا "اس کا کزن ہے شارق۔ اتنا ہینڈسم اور ڈیشنگ ہے کہ تمہیں کیا بتاؤں۔" وہ بائیں آنکھ ذرا سی دبا کر بولی۔

"پتا ہے عصمی! وہ مجھے بہت اچھا لگنے لگا ہے۔" پتا نہیں اس کا چہرہ دھوپ کی تپش سے سرخ ہو چلا تھا یا اس بات کی وجہ سے عصمی ٹھیک سے اندازہ نہ لگا پائی۔

"وہ بھی مجھے بہت پسند کرنے لگا ہے۔" وہ پھر بولی "پتا ہے میں دوبار اس کے ساتھ شیزان بھی گئی ہوں۔" اس نے جیسے انکشاف کیا۔

"اکیلی!" عصمی نے آنکھیں پھیلائیں۔

"بے وقوف اس کے ساتھ۔ پھر اکیلی کیسے؟" رخشی نے اسے بچوں کی طرح سمجھایا۔

"تمہیں ڈر نہیں لگا؟"

"ڈر کس بات کا۔" وہ بے خوفی سے بولی "آں پہلی بار تھوڑا تھوڑا لگا تھا دوسری بار بالکل نہیں۔ اس کی باتیں میں تمہیں کیا بتاؤں۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"اور اگر جگنو بھائی دیکھ لیتے تو؟" عصمی نے جیسے اسے جگانا چاہا۔

"تو کیا ہوتا، سو بہانے ہوتے ہیں کہ میری دوست بیمار ہے اس نے مجھے بلایا ہے دیکھنے جا رہی ہوں یا اس کے گھر کمبائن اسٹڈی کے لیے جا رہی ہوں یا اس کی سالگرہ میں جا رہی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اول تو ایسا ممکن ہی نہیں۔ جگنو بھائی کو اتنی فرصت کہاں کہ میری نگرانیاں کرتے پھریں، ان کا خود سارا دن ان ہی چکروں میں گزرتا ہے مجھے جیسے علم نہیں۔" اس کی بے خوف گفتگو اور جگنو کے چکروں کے بارے میں جان کر عصمی حیران رہ گئی "پھر تو ٹھیک ہے جو خالہ امی مجھے پڑھنے وہاں نہیں بھیج رہیں۔" اس نے سوچا۔

"پتا ہے عصمی! وہ سی اے کر رہا ہے، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ۔ تمہیں پتا ہے ان کی اسٹارٹ سیلری کتنی ہوتی ہے؟" اس نے حیران نظروں سے دیکھتی عصمی سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے لاعلمی سے نفی میں سر ہلا دیا۔

"بیس تیس ہزار تک۔ دو سال رہ گئے ہیں اس کی تعلیم مکمل ہونے میں پھر تو۔"

اس نے کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کرلیں۔ سپنے روشنی سے اتنا ڈرتے کیوں ہیں، عصمی نے اس کی بند آنکھوں کو دیکھ کر سوچا۔

"اچھا تم دونوں یہاں بیٹھی۔ اکیلی اکیلی چائے اڑا رہی ہو اور مجھے نیچے اکڑنے کے لیے بٹھایا ہوا ہے۔" جگنو اوپر آتے ہی زوردار آواز میں بولا۔

"اینڈ ہاؤ آر یو دی ڈارلنگ آف نیچر؟" وہ بے دھڑک لہجے میں عصمی کے پاس آ کر بولا تو اس کی کانوں کی لوئیں تپ اٹھیں۔

Digest Library.com

"تمہارا سورج طلوع ہو گیا۔" رخشی اس کی بے وقت آمد پر کچھ ناگواری سے بولی۔

"ہاں بھئی میری مارننگ تو کسی کو دیکھتے ہی ہو گئی ہے۔" اس کی بے باک نگاہیں مسلسل عصمی کو فوکس کیے ہوئی تھیں۔ وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"آپ کے لیے چائے بناؤں جگنو بھائی!" اس نے وہاں سے ٹلنا چاہا۔

"اگر تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے کہ تم اٹھتے بیٹھتے اپنی اس محرومی کا بدلا مجھ سے لو۔ ویسے بھی میرا نام شرجیل ہے یہ جگنو کیا ہوتا ہے؟" وہ کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھے باقاعدہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے کنفیوز کیے جا رہا تھا۔

"اس میں اس بے چاری کا کیا قصور ہے جگنو بھائی! تائی اماں نے اس کی ٹریننگ ہی اس طرح کی ہے کہ شادی سے پہلے دنیا کا ہر شخص تمہارا بھائی ہے یعنی یونیورسل برادر ہوڈ (عالمی بھائی چارہ) کا عملی نمونہ۔ کیا بات ہے۔" رخشی نے ہنستے ہوئے بھائی کا ساتھ دیا۔

"یہ کتنی بور لڑکی ہے رخشی! میں تو سوچتا ہوں یہ زندہ پتا نہیں کیسے ہے۔ نہ اسے میوزک سے دلچسپی نہ موویز سے' نہ پڑھنے سے اور تو اور محبت سے بھی نہیں۔ قدرت نے جو اتنی فیاضی سے اسے یہ حسن کی دولت دی ہے یہ اسے برتنے میں اتنی ہی کنجوسی کا مظاہرہ کر رہی ہے اس گھٹن آلود ماحول میں رہ کر۔ میں تو کہتا ہوں۔ مجھ سے محبت کر لو جیون میں رنگ بھر جائے گا۔" وہ چہرہ اس کے پاس کر کے ذرا خمار آلود آواز میں بولا تو عصمی گھبرا کر دو تین قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"چھوڑو بھائی! آپ بھی کس پتھر سے سر پھوڑ رہے ہیں۔" رخشی نے لاپروائی سے اپنے ناخنوں کو آنکھوں کے سامنے پھیلا کر دیکھا۔

"پھر تم کہتی ہو بھائی گھر چلیں۔ اب گھر میں اتنی بوریت ہو تو بندہ کیا گھر جائے۔ دو دن یہاں اتنے روکھے پھیکے گزرتے ہیں جیسے کوئی عید کا دن روزے سے گزار دے۔" اس کی ذو معنی بات پہ وہ جل کر رہ گئی۔ پتا نہیں وہاں یہی کچھ پڑھتے ہیں دونوں بہن بھائی۔ اسے غصہ آگیا۔

"یہاں سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ چیز ہے۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے عصمی کی طرف اشارہ کیا۔

"اتنا حسین چہرہ اور پتھر سا دل۔" وہ آہ بھر کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

اسی وقت خالہ امی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئیں تو عصمی کا سینے میں اٹکا ہوا سانس جیسے باہر نکلا' ایک ہی لمحے میں خالہ امی جیسے صورت حال کو سمجھ گئیں۔

بس فارغ کھڑی رہنا۔ کوئی کام کاج نہ کرنا تم' اتنا نہ ہوا کہ ماں نیچے گئی ہوئی ہے تو کچھ چولہے کا ہی کر لوں مگر تمہارے اندر تو احساس نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں عصمی۔" خالہ امی اوپر آتے ہی بولنا شروع ہو گئیں حالانکہ سیڑھیاں چڑھنے سے ان کا سانس پھولا ہوا تھا۔

digest library.com

"جی تائی اماں! یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اس میں احساس نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔" جگنو نے ذو معنی انداز میں کہا۔

اور ابھی جگنو کی بیہودہ گفتگو کا صدمہ کم نہ ہوا تھا کہ خالہ امی نے جھاڑ پلا دی اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"چلو اندر جا کر آلو چھیلو۔ میں آکر آلو والی روٹیاں بنا لیتی ہوں۔" انہوں نے اس کی اتری ہوئی صورت دیکھ کر جھڑکا تو وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔

جب وہ کافی دیر تک کچن سے نہ نکلی تو جگنو خالہ امی سے دو چار ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد نیچے اتر گیا۔

"رخشی اس کے پاس اندر آگئی مگر عصمی نے ٹھیک طرح سے بات نہ کی۔ کتنا اسے دکھ ہوا تھا دونوں کی گفتگو پر۔ پھر رخشی بھی بور ہو کر نیچے چلی گئی اور جاتے جاتے اسے نیچے آنے کی دعوت دے گئی۔ اس نے محض سر ہلا دیا اور وہ کوئی پاگل تھی جو جگنو کی فضول

بکواس سننے پھر نیچے چلی جاتی۔
"خالہ امی! مجھے ٹھیک ہی منع کرتی ہیں ان دونوں سے بہت گھلنے ملنے سے۔" آٹا گوندھتے ہوئے اس نے خالہ امی کی فراست کو سراہا۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر وہ دونوں اگلے ہی دن شام کو واپس چلے گئے وہ رخشی کے ہزار بلاؤں پر تھوڑی دیر کے لیے نیچے گئی مگر جگنو کے فلمی گانوں کی گنگناہٹ نے اسے دسویں منٹ میں اوپر پہنچا دیا اور جو چھوٹی خالہ کی کڑی نظروں کا سامنا کیا وہ الگ۔ رخشی دو بار آئی اوپر اس کے پاس مگر وہ ٹھیک سے اس سے بات نہ کر سکی۔ رات خالہ امی نے اسے سختی سے منع کیا تھا کہ کوئی ضرورت نہیں رخشی کے ساتھ بہت گھلنے ملنے کی۔ شہر میں جا کر پڑھنے سے اس کے بڑے پر پُرزے نکل آئے ہیں خبردار جو تم نے زیادہ دوستانہ اس سے گانٹھا تو۔ ان کی ایک گھرکی ہی اس کو ڈرانے کے لیے کافی تھی۔ ویسے اسے حیرت ہوتی کہ خالہ امی کے سامنے تو رخشی بڑی مؤدب رہتی تھی، سلیقے سے بات کرتی تھی پھر انہیں کیسے پتا چلا کہ اس کے بڑے پر پُرزے نکل آئے ہیں۔

ان دونوں کے جاتے ہی پھر اوپر نیچے سناٹا چھا گیا۔ وہ دونوں اس گھر کی خاموش فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر جاتے تھے اور عصمی تو اس ارتعاش سے کتنے دن سنبھل ہی نہ پائی کسی کا جانا اس کے اندر عجیب سی اداسی بھر دیتا تھا حالانکہ وہ دونوں دو دن رہے تو وہ سوچتی رہی کہ وہ کب واپس جائیں گے اور ان کے جاتے ہی اسے اداسی نے آگھیرا۔

شام ہوتے ہی پھر بادل چھا گئے وہ کتنی دیر آہستہ آہستہ پورے آسمان پر چھاتی گھٹا کو دیکھتی رہی، پرندے سر شام ہی گھونسلوں کی طرف بڑھ رہے تھے اور سورج تو دوپہر ہی سے بادلوں کی اوٹ میں جا چھپا تھا اب ہلکی ہلکی سرد ہوا چلنے لگی تھی۔ لگتا ہے آج پھر بارش ہوگی۔ اس نے سوچتے ہوئے نیچے جھانکا۔
چھوٹی خالہ برآمدے کے تخت پر کمبل لپیٹے حاجن سے ٹانگیں دبوا رہی تھیں۔ وہ ان کی جزوقتی ملازمہ تھی اور خالہ کا فریج تو بچے کھچے کھانے سے اٹا پڑا ہو گا اور اب ان کا ایک ہفتے تک کوکنگ کا کوئی پروگرام نہیں ہو گا۔ اس کے بعد دسمبر کی چھٹیوں تک ڈھیروں ساگ میتھی اور پالک منگوالیں گی پورا مہینہ بچت کر کے سارا خرچ بیلنس کریں گی کتنی کنجوس ہیں چھوٹی خالہ بھی۔

دوسری منزل کے پہلے کمرے کا بلب روشن تھا کھڑکی پر پردہ پڑ گیا تھا پہلے کھڑکی کی جالی سے کافی کچھ نظر آجاتا تھا شاید اسی لیے اس نے کھڑکی پر پردہ ڈال دیا تھا۔

"پتا نہیں یہ کھانے پینے کا انتظام کہاں سے کرتا ہو گا۔ چھوٹی خالہ اتنی فیاض کہاں۔"

"عصمی! اندر آجاؤ۔" خالہ امی کی آواز پر اس نے منڈیر پر جھکا سر اٹھایا اور ایک گہرا سانس لے کر اندر کی طرف چل پڑی۔

خالہ امی چاول صاف کر رہی تھیں۔

"آج بریانی تم پکاؤ۔" انہوں نے اسے اندر آتے دیکھ کر کہا۔

"نہیں خالہ امی! مجھ سے صحیح نہیں پکے گی پھر جو ذائقہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ مجھ سے تو چاول نرم ہو جاتے ہیں۔" اس نے بیٹھتے بیٹھتے تین جواز گھڑ دیے خالہ امی اسے ایک لمحے کو گھور کر رہ گئیں اس نے کچھ کھسیا کر چاولوں کی ٹرے ان کے ہاتھ سے لے لی اور چاول چننے لگی۔

"میں آج نیچے گئی تھی نو روز کے پاس اچھا لڑکا ہے۔" انہوں نے خود ہی کہنا شروع کیا۔ وہ بے نیازی سے چاول چنتی رہی۔

"میں سوچ رہی تھی۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔

"عصمی! تم پرائیویٹ امتحان کیوں نہیں دے دیتیں انٹر کا۔" انہوں نے کچھ دیر بعد کہا۔

"عجیب ہی لگتا ہے خالہ امی! یہ پرائیویٹ امتحان بھی۔ جیسے بندہ کوئی جائز کام بھی ناجائز طریقے سے

Digest Library .com

کرے۔" وہ منہ بنا کر بولی "اور پھر آج کل ریگولر والوں کو کوئی نہیں پوچھتا' پرائیویٹ والے بھلا کس کھاتے میں شمار ہوتے ہیں۔" اس نے اٹھ کر چاول تسلے میں ڈالے اور بھگونے لگی۔

"ہم نے شمار قطار کو کیا کرنا ہے۔ تعلیم ہی حاصل کرنی ہے نا اگر انسان کے پاس اتنے ذرائع نہیں کہ باقاعدہ کالج جا سکے تو بیٹا گھر بیٹھ کر پڑھنے میں کیا حرج ہے یوں فارغ بیٹھنا بھی تو اچھا نہیں۔" انہوں نے ذرا پیار سے سمجھایا۔

"خالہ امی! گھر بیٹھ کر بھی وہی پڑھتے ہیں جو ذرا میرا مطلب ہے لائق ہوں میں بغیر کسی کی مدد کے بھلا کیسے پڑھ سکوں گی اور پھر کالج کی پڑھائی اتنی مشکل ہوتی ہے مجھ سے نہیں پڑھا جائے گا۔ میٹرک ہی اتنی مشکل سے پاس کیا تھا اب پھر اس جنجال میں پھنس جاؤں۔ ویسے بھی تو اتنی لڑکیاں ایسے ہی پھرتی ہیں فارغ۔ وہ نسرین خالہ کی بیٹی آصفہ چچی فردوس کی کوثر اور۔"

"بس بڑی مثالیں ہیں تمہارے پاس اپنی جیسی نالائقوں کی۔" انہوں نے اسے ٹوک دیا۔

"تم اپنی سنوارو' تمہیں ان سے کیا غرض اور کوئی کالج کی پڑھائی مشکل نہیں ہوتی جیسی اسکول کی ویسی کالج کی اور محنت ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے اور جہاں تک کسی کی مدد کی بات کا تعلق ہے میں نے نوروز سے بات کر لی ہے' وہ تمہیں کالج سے آکر پڑھا دیا کرے گا۔ کل یا پرسوں وہ تمہیں کتابیں لا دے گا۔ ابھی تو وہ کہہ رہا تھا کہ کسی لڑکے سے لا دوں گا پھر جب تم ذرا چل پڑو گی تو میں تمہیں نئی کتابیں منگوا دوں گی اب مزید میں کوئی بہانا نہ سنوں ہاں۔" انہوں نے سارے مسئلے کو پہلے سے طے کر رکھا تھا۔

"خالہ امی! پلیز مجھ سے نہیں پڑھا جائے گا اور وہ بھی اس ڈائنو۔" اس کے منہ سے نکلتے نکلتے رہ گیا۔ خالہ امی کی گھورتی نظروں نے اسے چپ کرا دیا۔

"کیا مصیبت ہے؟" وہ پیر پٹختے ہوئے باہر نکل گئی۔

"پہلے ہی اتنی مشکل سے اس پڑھائی سے جان چھوٹی تھی اب پھر سے پھنسا رہی ہیں مجھے اس مصیبت میں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی چھت پر تیز تیز چکر لگانے لگی۔ بادل گہرے ہو چکے تھے اور ہوا میں مزید خنکی آگئی تھی تھوڑی ہی دیر میں اسے سردی لگنے لگی تو وہ اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اس رات بریانی بھی اٹک اٹک کے اس کے حلق سے نیچے اتری اور نیند تو بے حد بے چین آئی تھی' شروع ہی سے اسے پڑھنے سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا رو دھو کر میٹرک کیا بس اک ذرا رخشی کی دلچسپ کہانیوں کی بدولت کالج جانے کا شوق تھا اسی شوق میں کتابیں بھی گوارا کر لیتی لیکن اب یوں گھر بیٹھے ان کتابوں سے سر پھوڑنا۔

اسے بہت غصہ آرہا تھا اور خالہ امی کبھی کبھی جب اپنی کسی بات پر اڑ جاتی تھیں تو پھر اس خیال سے انہیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی تھی اس بات کا اسے اندازہ تھا۔

digest library.com

اور پھر تیسرے ہی دن نوروز صاحب انٹر کی دو تین درسی کتب اٹھائے اوپر چلے آئے انہیں اس طرح کتابیں لاتے دیکھ کر اس کا جی ہی جل گیا انہیں خالہ امی کے پاس بٹھا کر وہ ابھی آئی کہہ کر جو باہر نکلی تو کتنی دیر یونہی بے مقصد کچن میں برتنوں کے ساتھ کھڑپڑ کرتی رہی جب اسے باہر آئے کافی دیر گزر گئی تو خالہ امی کی تیز آواز پر وہ بادل نخواستہ اندر کی طرف بڑھی۔

"جی!" اس نے دروازے پر کھڑے کھڑے سست آواز میں کہا۔

"بنی نہیں چائے ابھی۔" انہوں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جی۔" اس نے کچھ انجان پن سے کہا پھر جیسے ان کے گھورنے کی وجہ سمجھ میں آگئی۔

"جی لا رہی ہوں۔" کہہ کر وہ پھر باہر نکل گئی۔

جلدی جلدی دو کپ چائے کے بنائے اور ٹرے میں رکھ کر اندر لے آئی۔ ٹیبل ان کے آگے رکھ کر اس نے ٹرے رکھی اور پھر باہر جانا چاہا کہ خالہ امی نے اسے ڈپٹ کر پکارا۔

"اب کہاں جارہی ہو بیٹھو ادھر آکر۔" تو وہ مجبوراً دوسری کرسی گھسیٹ کر نوروز کی کرسی سے ذرا پرے رکھ کر بیٹھ گئی۔

"چائے لو بیٹا!" خالہ امی نے میٹھے لہجے میں اس سے کہا جو خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اتنے اونچے لمبے مرد کو یوں مؤدب بیٹھے دیکھ کر غصے کے باوجود اسے ہنسی آگئی۔

"انٹر میں آپ کون سے سبجیکٹس۔ رکھنا چاہ رہی ہیں؟" چائے کے تیسرے گھونٹ کو حلق میں اتارنے کے بعد اس نے عصمی کو مخاطب کیا اس کی طرف دیکھے بغیر۔

"جی!" وہ کچھ نہیں سمجھی میٹرک میں تو ایسے نہیں ہوتا تھا۔

"دیکھیں یہ انٹر کا سلیبس ہے آپ نے جو سبجیکٹس رکھنے ہوں انہیں دیکھ لیں پھر مجھے بتا دیں۔"

اس نے کپ میز پر رکھ کر ایک کتاب کھولی اور اس میں سے دوہرا کیا ہوا انٹر کا سلیبس کھول کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے سلیبس لے کر دیکھنا شروع کیا۔ جب کافی دیر گزر گئی اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ سارے ہی مضامین اسے ایک جیسے لگ رہے تھے بے حد مشکل۔

نوروز نے چائے کا کپ میز پر رکھا۔

"پھر کون سے مضامین پڑھیں گی آپ؟"

"ارے بیٹا! اس بدھو کو کیا سمجھ کہ کیا پڑھنا چاہیے کیا نہیں اور ویسے بھی پڑھنے کی کوئی اتنی شوقین نہیں ہے بس تم خود ہی دیکھ کر کوئی آسان آسان سے مضمون اسے رکھوا دو جن میں یہ آسانی سے نکل سکے۔" اس سارے عرصے کے دوران اسے پہلی بار خالہ امی پر پیار آیا۔ کیسے انہوں نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔

"خالہ جان! مضمون کوئی سا بھی کیوں نہ ہو پڑھنا تو پڑے گا ہی اور محنت بھی کرنی پڑے گی۔ میں نے کہا تھا کہ یہ خود دیکھ لیں کہ انہیں کون سا آسان لگتا ہے یا ان کے ذہنی رجحان سے مطابقت رکھتا ہے۔" وہ جو سلیبس اسے واپس تھما رہی تھی اس کی بات سن کر اس کا ہاتھ رک گیا۔

"خیر لائیں۔ مجھے دیں۔ میں دیکھتا ہوں۔" پہلی بار اس کے کشادہ چہرے پر مسکراہٹ کی ہلکی سی کرن نمودار ہوئی۔

"میرا خیال ہے۔ ایجوکیشن اور اردو ایڈوانس صحیح رہیں گے اور اسپیشل میں عربی رکھ لیں یا پھر پرشین (فارسی)" اس نے سلیبس پر ایک نظر دوڑاتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔ "میٹرک میں آپ نے عربی پڑھی تھی یا پرشین؟"

"عربی!" اس نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر کل سے میں یہ کتابیں لے آؤں گا۔ آپ پڑھنا شروع کر دیجئے گا پھر اگر یہ سبجیکٹس آپ کو آسان لگیں تو پھر اپنی بکس منگوا لیجیے گا ٹھیک ہے۔" اس نے گردن ہلا دی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا خالہ جان! مجھے اجازت دیں۔ کل اسی وقت آؤں گا۔ پھر پڑھائی شروع کر دیں گے۔"

"ارے بیٹا! بیٹھو کھانا کھا کر جانا۔ شام تو ہو چلی ہے۔" خالہ امی نے بامروت لہجے میں کہا۔

"نہیں خالہ جان! شکریہ کھانے کی تکلیف رہنے دیں۔ اچھا میں چلتا ہوں اللہ حافظ۔"

وہ کہہ کر باہر کی طرف بڑھا۔ چوکھٹ سے گزرنے کے لیے اسے گردن جھکا کر گزرنا پڑا تو عصمی کی ہنسی نکل گئی۔

"بس یہ کھی کھی کرنا آتا ہے۔ ادب کرنا سیکھو استاد کا۔" خالہ امی نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

"چلیں اب ہنسنے پر بھی پابندی لگا دیں۔ میں نے کون سی ان کی شان میں بے ادبی کر دی ہے' ایک تو اس مصیبت میں پھنسا رہی ہیں اوپر سے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی ٹرے اٹھا کر باہر نکل گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

پھر اگلے روز وہ کتابیں اٹھائے چلا آیا۔ عصمی

Digest Library.com

کا جی جل کر رہ گیا۔ اب ایسا بھی کیا وعدے کا پابند شخص کہ ایک منٹ کی دیر نہیں ہو نہہ۔

لیکن خالہ امی کی گھورتی آنکھوں نے آج اسے باہر نکلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ سب سے پہلے اس نے انگلش کی کتاب کھول کر اس کے آگے رکھی۔

"His First Flight" اسے لگا یہ اس بگلے کی نہیں اس کی اپنی فرسٹ فلائٹ ہے اٹک اٹک کر اس نے Lesson (سبق) سنایا۔ ان دو سالوں کے آرام سے ساری انگریزی چوپٹ ہو چکی تھی اور میٹرک میں بھی تو اس نے رو رو کر انگلش پڑھی تھی۔ نوروز نے ڈھیر سارے ورڈز انڈر لائن کر دیے۔

"ان کے اسپیلنگ اور مطلب دونوں یاد کرنے ہیں۔ کل میں لکھواؤں گا اور کل دوبارہ اس کی ریڈنگ ہو گی۔" اس کا جی چاہا کھڑکی کھول کر نیچے چھلانگ لگا دے۔

digest library.com

"اردو کیسی تھی آپ کی میٹرک میں؟" اس نے اردو کی کتاب کھولتے ہوئے ذرا اور دوستانہ ماحول پیدا کرنا چاہا۔

"جیسی انگریزی تھی۔" اس نے جل کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے آپ اردو کو بھی اتنی ہی محنت اور لگن سے پڑھتی ہیں۔ جتنی انگلش کو گڈ۔" اس نے شاید طنز کیا تھا اتنی بے وقوف نہیں تھی کہ نہ سمجھتی۔

پھر ایک کے بعد ایک کتاب کھلتی چلی گئی اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا گیا ڈھیر سارا کام اور سارے کا سارا یاد کرنے والا۔ اس کا جی چاہا دھاڑیں مار مار کر رونے لگ جائے اور شاید وہ ایسا کر گزرتی اگر ڈھائی گھنٹے بعد اسے اجازت لینے کا خیال نہ آجاتا۔

"اچھا کل آپ یہ سب تیار کر لیجیے گا۔ میں لکھوا کر دوں گا۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا تو اس سے سر ہلا کر بھی ہامی نہ بھری گئی۔ اتنا ڈھیر سارا کام۔ اس کی آنکھوں میں بارش اترنے لگی۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ یوں ہی بیٹھی رہی۔ بے حس و حرکت۔ خالہ امی نے جھانک کر اسے دیکھا اور شائد چائے کا بھی پوچھا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اور رات جب بارش کی بوندیں دھیمے دھیمے سروں میں برس رہی تھیں تو وہ "Dear Departed" کا پہلا سوال رٹ رہی تھی۔

اگلے دن نوروز اس کی کارکردگی سے ذرا مطمئن نظر نہ آیا۔ جتنی اسپیلنگ میں غلطیاں تھیں اس سے زیادہ Pronounciation (تلفظ) میں' سارا کام دوبارہ مل گیا وہ بھی نئے اضافوں کے ساتھ' اس کے لیے تو وہ بہار کا پہلا دن خزاں کا ابتدائیہ بن کر آیا تھا۔

دو دن سے نہ تو وہ منڈیر پر کھڑی ہوئی تھی' نہ بادلوں کو دیکھا تھا' نہ پودوں کو پانی دیا تھا۔ نہ چھوٹی خالہ کی ایکٹوٹیز دیکھ سکی تھی اور تو اور احتجاجاً" اس نے دو دن سے کسی کام کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔ بے چاری خالہ امی خود ہی گھٹنے پکڑ پکڑ کر سارا کام خاموشی سے کیے جا رہی تھیں۔ کئی بار اسے خیال آیا کہ ان کی طبیعت خراب ہو جائے گی لیکن پھر اس سنگدلی کا بھی خیال آجاتا جو مصیبت ان کی وجہ سے اس پر ٹوٹی تھی۔

تیسرے دن بھی وہ نوروز کے جانے کے بعد کتابوں کے ڈھیر میں کنول آسن جمائے بیٹھی تھی۔

"اسپیلنگ بھول جاتے ہیں۔ تلفظ منہ سے نکلتے نکلتے کیا سے کیا ہو جاتا ہے' Idioms پلے نہیں پڑ رہے اور Preposition سے تو اللہ بچائے اور یہ عربی۔" اس نے عربی کی کتاب اٹھائی "یہ میٹرک میں تو اتنی مشکل نہیں تھی اور اردو یہ تو اردوئے معلیٰ ہے میں نے یہ کیوں رکھ لی بات بے بات شعر پڑھو۔" اس کے دل نے دہائی دی۔

"اور ایجوکیشن ہونہہ' سولہ سو ڈیڑھ کی تعلیمی تھیوریاں اب پڑھا رہے ہیں اکیسویں صدی میں۔" اس نے جل کر ایجوکیشن کی کتاب اٹھائی اور کرسی پر نیم دراز ہو کر اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔

وہ جس کی کتاب تھی' وہ بھی اس سے متنفر نظر آتا تھا جگہ جگہ فلمی گانے اور اشعار لکھے ہوئے تھے وہ انہیں دلچسپی سے پڑھنے لگی۔

ہم دل والوں کی بات مت پوچھو جی

جو پیار کیا سو پیار کیا جو نفرت کی سو نفرت کی

"ابن خلدون کا نظریہ تعلیم۔"

گلی گلی میں گونج رہی ہیں تیرے پیار کی خبریں
چاروں طرف ہیں چرچے تیرے بول کہاں سے گزریں

اسے ہنسی آگئی' کیا ذوق ہے حضرت کا۔ اس نے ورق اٹھایا تو نیچے بائیں کونے میں باریک نب کی نوک سے لکھی تحریر نظر آئی وہ پڑھ کر اچھل ہی پڑی۔

"سر نوروز یہ کتابیں لے کر چچا فرید کے گھر جاتے ہیں اور چچا فرید کے گھر پڑھنے والے تین لوگ ہیں۔ جگنو اور رخشی تو لاہور میں ہیں تو پھر تیسرا کون ہے؟ یقیناً "تم عصمی ہو۔ فاطمہ خالہ کی بھانجی Right I Am اگر یہ صحیح ہے تو اس پر ٹک لگا دو باقی پھر کل لکھوں گا۔ ڈھونڈنا امام غزالی والے سبق میں۔"

نیچے کاکروچ کی شکل کے سائن تھے اس کی سمجھ میں نہ آئے۔

ہائیں یہ کون ہے اتنی یکی رپورٹ چھوٹی آبادی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہاں گمنام رہنا بہت دشوار ہوتا ہے توبہ اگر سر پڑھ لیتے تو؟ وہ پریشان ہو گئی۔ دوبارہ غور سے وہ پیراگراف پڑھا۔ "کیا عقل کے گھوڑے دوڑائے ہیں اس نے؟" اس نے لڑکے کی عقل کو داد دی۔

"ٹک لگانے میں کیا حرج ہے' کسی کو کیا پتا چلے گا کہ ٹک کس نے لگایا ہے۔" اس کے اندر سے کوئی بولا اگر "سر کو پتا چل گیا تو وہ کیا سوچیں گے' میں ایسی لڑکی ہوں۔ سوچتے رہیں۔ میں نے ان کی سوچوں کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اتنی خشک اور بور کتابیں خود کو پڑھنی پڑیں نا تو پتا چل جائے ہونہہ!" یہ کہہ کر اس نے پینسل سے کونے میں ٹک لگا دیا۔

یاد تو اس نے رات کو جو کیا سو کیا لیکن سوئی ایک ہی نقطے پر اٹکی ہوئی تھی۔ پتا نہیں کون ہے؟ میرے ٹک کا کیا ریسپانس دیتا ہے اگر خالہ امی کو علم ہو گیا تو؟

اور اگلی دوپہر اسے بے چینی سے نوروز کے آنے کا انتظار تھا اس روز وہ اپنی عادت کے برخلاف دس منٹ لیٹ آئے اور پہلی بار اسے پڑھنے کے لیے تیار بیٹھے دیکھ کر کچھ حیران ہوئے۔ خالہ امی دو تین دن ان کے پاس بیٹھیں' اب وہ اٹھ کر اپنے کام سے لگ جاتیں پہلے تو اس کا جی چاہا ان سے کہہ دے خالہ امی آپ فکر نہ کریں میرا اس جیسے لکڑ پتھر ٹائپ' خشک اور بور بندے سے عشق کرنے کا کوئی ارادہ نہیں لیکن شاید خالہ امی کو بن کہے ہی اس بات کا یقین ہو گیا تھا اس لیے وہ بے فکر ہو کر باہر چلی جاتیں۔

پھر جیسے ہی سر پڑھا کر گئے اس نے جلدی سے ایجوکیشن کی کتاب اٹھائی اور امام غزالی والا باب نکالا۔ سارے ورق الٹ لیے وہاں کچھ بھی نہ تھا بس دو چار نئے اشعار اور گانے تھے اس نے نئے سرے سے پھر ورق گردانی کی مگر کچھ نہ ملا۔

اس نے بے دلی سے کتاب میز پر پٹخ دی کچھ دیر یونہی بے مزہ سی ہو کر بیٹھی رہی پھر دوبارہ کتاب اٹھا کر اس نے ابن خلدون والا صفحہ نکالا اس کے ٹک کے نیچے لکھا تھا Thank you آگے لکھا تھا۔

"The Princess on the Road" کے صفحہ نمبر 77 پر دیکھو۔"

اس نے جلدی سے انگلش ڈرامے کی کتاب اٹھائی اور مطلوبہ صفحہ نکالا۔ نیچے کونے میں پھر ایک نوٹ تھا۔

"اردو ایڈوانس کی کتاب کا جو بیرونی کور ہے' اسے اتار کر دیکھو۔"

"کیا مصیبت ہے؟" اس نے جھنجلا کر اردو ایڈوانس کی کتاب اٹھائی اس پر آج کور چڑھا ہوا تھا اسے پہلے پتا نہیں چلا تھا اس نے احتیاط سے کور اتارا تو اندر سے تہہ کیا ہوا کاپی کا ایک صفحہ نکلا۔

"ہیلو ڈیئر عصمی!"

ہاؤ آر یو تم نے میرے نوٹ پر ٹک لگا کر میرے بیان کی تائید کر دی شکریہ۔ میرا نام جواد ہے۔ یار لوگ پیار سے جودی کہتے ہیں۔ تمہیں تو پتا ہی ہو گا کہ جودی اس پہاڑ کا نام ہے جس پر آدم ثانی حضرت نوح کی کشتی

Digest Library.com

اتری تھی۔

سوڈیئر! اپنا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے۔ یاروں کے یار ہیں جس کے ساتھ ایک بار دوستی کا رشتہ جوڑ لیں، مرتے دم تک نبھانے کا دم خم رکھتے ہیں۔

اور سناؤ میری کتابیں کیسی لگیں تمہیں؟ اچھی ہیں نا۔ میں بائنڈنگ کے لحاظ سے پوچھ رہا ہوں۔ ویسے تو یہ سب دری کتابیں ٹوٹلی بکواس ہوتی ہیں رف اینڈ ٹف حواس کو مختل کر دینے والی۔ (ویسے میں خود بھی بہت اچھا ہوں) اپنی کلاس کا سب سے جینئس اسٹوڈنٹ ہوں اس کا اندازہ تمہیں میری کتابیں دیکھ کر بھی ہو گیا ہو گا۔

اگر مجھے جواب دینا ہو تو اس کور کے اندر رکھ دینا میں نکال لوں گا کل تمہیں اسی کور کے اندر سے اپنے خط کا جواب مل جائے گا۔ باقی باتیں تمہارا خط ملنے کے بعد۔

اور ہاں میرا فون نمبر لکھ لو ہو سکے تو مجھ سے بات کرنا ویسے چچا فرید کے گھر کے فون نمبر کا تو مجھے علم ہے لیکن تم خط میں لکھ دینا کس وقت فون کے پاس موجود ہو گی۔ میں رنگ کروں گا او کے بائے۔"

نیچے اس کا فون نمبر اور وہی کاکروچ والے ٹیڑھے میڑھے سائن تھے۔

اس کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہو گئیں۔ اس نے خط مٹھی میں بھینچ لیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔

"اللہ میری توبہ! کتنے فضول ہوتے ہیں لڑکے، میں نے ایک ٹک کیا لگایا اس نے پوری داستان لکھ بھیجی۔

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ خالہ امی پودوں کو پانی دے رہی تھیں وہ واپس کرسی پر آ بیٹھی۔ پھر وہ کاغذ کا پرزہ کھول کر پڑھنے لگی۔

"پھاڑ دوں اسے؟" اس نے محض سوچا۔

اور پھر رات تک اس سے کچھ پڑھا ہی نہ جا سکا۔

"کیا کروں جواب دوں یا یونہی خاموشی اختیار کر لوں۔"

رات دیر تک کتابیں لے کر بیٹھی رہی اور پھر کوشش کے باوجود وہ جواب نہ لکھ سکی، صبح جا کر کتابیں یونہی دے آئی۔ وہ واپسی پر کتابیں لے کر آتے تھے۔

دوپہر تک وہ بے چینی سے ان کے آنے کا انتظار کرتی رہی جیسے ہی ان کی سیڑھیاں چڑھنے کی آواز اس نے سنی وہ تیزی سے نیچے اتر کر آ گئی۔

"سلام سر!" وہ ابھی کمرے میں داخل ہی ہوئے تھے کہ اس نے جا کر عجلت میں سلام جھاڑا۔

"وعلیکم اسلام۔" جواب کچھ حیرت زدہ سا تھا۔

"وہ سر! وہ کتابیں لینی تھیں۔ رات میں کچھ پڑھ نہ سکی تھی۔" اس نے تیزی سے بہانہ گھڑا۔

"ہاں لے لیں۔ یہ رکھی ہیں۔" وہ ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے الماری کی طرف بڑھ گئے اس نے جلدی سے کتابیں اٹھائیں اور اوپر کمرے میں آ کر ہی سانس لیا۔

جلدی جلدی اردو ایڈوانس کا کور اتارا تو خالی جلد اس کا منہ چڑا رہی تھی پھر ایک ایک کر کے اس نے ساری کتابیں دیکھ ڈالیں کہیں کچھ نہیں لکھا تھا۔

"ہوں لگتا ہے حضرت خفا ہو گئے۔" اس نے کتابیں میز پر رکھ دیں اور کرسی کی پشت سے سر ٹکایا۔

"ہوتا ہے تو ہو مارے۔ مجھے کیا۔ جو یہ خالہ امی کو پتا چل جائے تو میری چمڑی ادھیڑ دیں۔" اس نے جھرجھری لے کر کتاب اٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔

پھر اگلے دن بھی وہ کتاب کا کور ادھیڑنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی وہاں ایک چھوٹا سا پرزہ تھا جس پر شعر لکھا تھا۔

digest library.com

درد بڑھتا ہی رہے ایسی دوا دے جاؤ
کچھ نہ کچھ میری وفاؤں کا صلہ دے جاؤ

وہ شعر پڑھ کر مسکرائی۔ پڑھنے کے دوران بھی جواب سوچتی رہی لیکن کچھ سمجھ نہ آیا آخر اگلے روز کتابیں دینے سے پہلے اس نے اسی شعر کے نیچے لکھ دیا۔

"مجھے شعر نہیں آتے۔" اور چٹ واپس کور کے

اندر رکھ دی۔
اگلے دن جوابی رقعہ موجود تھا۔
"ہیلو ڈیئر عصمی!"
چلیں، آپ نے کچھ نہ لکھنے کی قسم تو توڑی۔ آپ کا یہ چار لفظی فقرہ ہی ہمارے لیے کل کائنات ہیں۔ اس قابل سمجھا شکریہ۔
میں نے کل تین چار بار فون کیا تمہارے چچا کے گھر۔ بڑی نک چڑھی ہیں تمہاری خالہ محترمہ تو۔ صرف ہیلو کہنے پر ہی کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھیں ان کے دونوں لاڈلے اسی لیے یہاں سے بھاگے رہتے ہیں۔
میں کل صبح دس بجے آپ کے گھر کے سامنے پنک شرٹ اور بلیو جینز میں آؤں گا۔ ایک جھلک ضرور دکھا دینا۔ پلیز۔
دید کا طالب جواد۔
"ہائے اللہ" اس نے خط پڑھ کر دھک دھک کرتا دل تھام لیا۔
"توبہ میں بھلا ایسا کر سکتی ہوں خالہ امی کو پتا چل جائے۔ نعوذ باللہ توبہ میں کوئی رخشی ہوں جو آرام سے چل پڑوں گی۔ ہونہہ؟" اس نے چٹ کا جواب کوئی نہ لکھا البتہ اگلی صبح کا انتظار خوامخواہ شروع کر دیا۔
اگلی صبح ساڑھے نو بجے تک اس نے جیسے ہی سارا کام ختم کیا چھوٹی خالہ اوپر آگئیں۔
"اوہو یہ کہاں سے آگئیں اب گلی کی طرف جھانکنا بھی ممنوع ہو جائے گا۔" اس نے جھنجلا کر سوچا۔
"چھوٹی خالہ! آپ اندر چل کر بیٹھیں۔ خالہ امی کچن میں ہیں۔" اس نے ان کے ہانپتے کانپتے وجود کو سہارا دیتے ہوئے کہا۔
"اے بی رہنے دو۔ اندر چل کر بیٹھوں اتنی سردی ہے اندر۔ نہیں کرسی اٹھا کر لاؤ۔" وہ چھت کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر ہٹ دھرمی سے بولیں تو اسے مجبوراً اندر سے کرسی اٹھا کر لانی پڑی۔ خالہ امی بھی باہر آ گئیں اور ان کے کہنے پر وہ چائے بنانے کچن میں آگئی چائے دے کر اس نے اندر جا کر ٹائم دیکھا دس بج کر پانچ منٹ ہو گئے تھے وہ بے چینی سے باہر آئی، چور نظروں سے گلی والی دیوار کی طرف دیکھا چھوٹی خالہ تھوڑی آڑی ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں، وہ کچھ دیر کش و پنج میں وہاں کھڑی رہی پھر بے آواز قدموں سے دیوار کی طرف بڑھی۔
دیوار کے پاس پہنچ کر اس نے ذرا نیچے جھک کر جالی سے باہر جھانکا۔
وہ ہیرو اسی حلیے میں سامنے ہی کھڑا تھا ابھی اس کی پہلی نظر ہی پڑی تھی کہ چھوٹی خالہ کی اس پر نظر پڑ گئی۔
"آپا فاطمہ! میں کہتی ہوں اس لڑکی کو پٹہ ڈالو۔ یہ کوئی طریقہ نہیں اٹھی بیٹھی دیواروں سے لٹکتی پھرتی ہے، شریف بیٹیوں کے یہ چلن نہیں ہوتے۔ نہ تم نے کہیں دیکھا ہے ایسے وضع دار گھرانوں کی بچیوں کو منڈیر پر منڈلاتے، یہ عادتیں تو اب چھوکروں میں نہیں رہیں اور یہ۔" ان کی لعن طعن پر وہ الٹے قدموں اندر کمرے کی طرف چلی گئی۔
"حد ہو گئی یعنی کہ اور کوئی کام نہیں جب دیکھو چھپکلی بنی کبھی اس دیوار پر کبھی اس دیوار۔" اتنے گندے جانور سے اسے تشبیہہ دینے پر اس دل جل گیا۔
"بی بی! ہم عزت دار لوگ ہیں، ہماری عزت کو نہ بٹہ لگاؤ۔ تمہارا تو کچھ نہیں جائے گا، لوگ ہمارے نام پر انگلی دھریں گے ہاں۔ ایک میری بچی ہے مہینے دو مہینے بعد جو پڑھائی سے ذرا فرصت ملے آتی ہے تو مجال ہے جو کبھی دیواروں سے اس کی طرح لٹکی ہو۔ ویسے آپا فاطمہ! تم بڑی اصول پسند بنتی ہو، اس کے لیے سارے اصول موم کر لیے تم نے؟" وہ خالہ امی کے سامنے بیٹھی انہیں لتاڑے جا رہی تھیں کہ اچانک نیچے گلی والی سائیڈ سے ایک کاغذ میں لپٹا ہوا پتھر آیا اور کسی میزائل کی طرح دھائیں سے ان کے سر پر آ کر لگا ان کے منہ سے ڈکراتی ہوئی ہولناک چیخ نکلی۔
"ہا، آہ، ہائے میں مر گئی۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ خالہ امی گھبرا کر اٹھیں۔

Digest Library

"کیا ہوا جمیلہ؟" وہ بھی کچن سے باہر نکل آئی' ان کی کرسی کے پچھلے پائے کے پاس کاغذ میں لپٹا اچھا خاصا توانا' پتھر پڑا تھا وہ جلدی سے آگے بڑھی اور ان کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے جھک کر غیر محسوس طریقے سے پتھر اٹھا کر اس نے بغل میں دبا لیا۔ چھوٹی خالہ کی ہائے ہائے' اب یا آواز بلند تھی۔ اسے اپنی ہنسی روکنا محال ہو رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

اگلے روز اسے پھر بے چینی سے سرنوروز کے آنے کا انتظار تھا جیسے ہی وہ سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں پہنچے تو وہ ان کے سر پر موجود تھی۔

"سر! وہ کتابیں لے لوں مجھے پڑھنا ہے۔" حالانکہ اب تک ہونے والے سب ٹیسٹوں میں اس کے نمبر چار اور پانچ کے درمیان آ رہے تھے یعنی بری طرح فیل۔

سرنوروز نے اسے ایک لحظے کو ذرا غور سے دیکھا وہ اپنے آپ میں سمٹ گئی۔

"میں ابھی اوپر ہی آتا ہوں کتابیں لے کر۔ آپ جائیں۔" انہوں نے کچھ بے رخی سے کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا وہ پہلے تو کچھ حیران ہوئی اور پھر مایوسی سے لوٹ آئی۔

خیر جب وہ اوپر آئے کتابیں لے کر تو اس نے سنجیدگی سے پڑھنا شروع کر دیا چور نظروں سے ایک دو بار اردو ایڈوانس کی کتاب کو دیکھا۔

"میں ابھی آتا ہوں۔" تھوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر باہر چلے گئے تو اس نے سکون کا سانس لیا اور جلدی سے اردو کی کتاب اٹھا کر بے صبری سے اس کا کورا تارا اندر رقعہ موجود تھا۔

ہیلو ڈیئر عصمی!

یہ کیا ظلم کیا کل ہم غریبوں پر۔ کھڑے کھڑے میری ٹانگیں شل ہو گئیں مگر دید کی پیاس نہ بجھی۔ صحیح کہا ہے کسی نے بھلا چاند بھی کبھی دن میں نظر آیا ہے کل تو تم نے ہمارے صبر کے پیمانے خوب ہی چھلکائے۔ اب کوئی بتائے کہ محبت کے مارے دل کس کو جا کتھا سنائیں۔ ڈیئر اتنی ظالم نہ بنو صرف ایک بار ان دید کے مارے پیاسے نینوں کو سیراب کر جاؤ کل شام پانچ بجے تمہارے گھر کے سامنے پھر یہ دیوانہ آئے گا محبت کی اک نظر کی خیرات دے دینا۔

تیری اک دید کا طالب جودی۔

پیچھے سے کسی نے ہاتھ مارا اور رقعہ جھپٹ لیا وہ حواس باختہ ہو کر کھڑی ہو گئی سرنوروز رقعہ ہاتھ میں لیے کھڑے تھے۔ انہوں نے رقعہ پڑھنا شروع کیا ان کی آنکھیں سکڑتی جا رہی تھیں اور ماتھے پر شکنیں بڑھتی جا رہی تھیں دانت بھینچے وہ لفظوں پر تیزی سے نظریں دوڑا رہے تھے ان کے تیور دیکھ کر اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگا اس سے پہلے کہ وہ رقعہ تمام کر کے ایک طمانچہ اس کے منہ پر جڑتے وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ انہوں نے اسے جانے دیا وہ دوسرے کمرے میں جا کر دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالنے لگی۔ خوف سے اس کا جسم اب بھی ہولے ہولے کانپ رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں ان کے سیڑھیاں اترنے کی آواز آئی تو وہ دھڑام سے پلنگ پر گر پڑی۔

اور رات تک اس کے سارے حواس نیچے سے آنے والے قدموں کی چاپ پر لگے رہے کہ اب انہوں نے خالہ امی کو اوپر آ کر کچھ کہا اور اب خالہ امی نے اس کی چمڑی ادھیڑی مگر حیرت ناک بات تھی کچھ بھی نہ ہوا اگلے دن تک۔

digest library.com

♥ ♡ ♡ ♥

ہاں اگلے روز یہ ہوا کہ اس کا سارا کورس نیا آ گیا اور سر کے چہرے پر مزید سنجیدگی چھا گئی اور وہ تو پہلے ہی اپنی جگہ چور بنی بیٹھی تھی نہ سر نے کچھ پوچھا نہ اس کی جرات ہوئی ان سے آنکھ ملانے کی بس نظریں جھکائے پڑھتی رہی احساس ندامت گردن اٹھانے نہیں دے رہا تھا۔

"کیا سمجھتے ہوں گے یہ مجھے کہ میں اتنی گری ہوئی لڑکی ہوں کہ جو چاہے مجھے دو حرف لکھ کر پٹا سکتا ہے' اپنے رستے پر چلا سکتا ہے۔"

"میں تو رخشی کو ایسا سمجھ رہی تھی اور میں تو اس

سے بھی کمزور نکلی فقط دو حرفوں کی فقیری اور بس کسی نے جھوٹی محبت کے دو بول میرے کاسے میں ڈالے اور میں آنکھیں بند کر کے بیٹھی اپنی اتنی عزت و آبرو والی ماں کی ساکھ کی پروا کیے بغیر' تف ہے مجھ پر۔"

کتنے دن اس کا ضمیر اسے لعن طعن کرتا رہا۔

اس چھوٹے سے واقعے نے جیسے اس کی آنکھیں کھول دیں اس نے سنجیدگی سے پڑھنا شروع کر دیا۔

بھیگا بھیگا سا' دسمبر آدھے سے زیادہ بیت چلا تھا اور وہ جو شروع میں کتابوں سے ہراساں ہو کر ہر چیز بھول بیٹھی تھی پھر سے اپنی پہلی اور سچی محبت کی طرف لوٹنے لگی' بارش اور موسم سے محبت' نومبر اور دسمبر سے محبت اور خالہ امی کے پکائے ہوئے گرم گرم میٹھے حلووں کی محبت۔ ان محبتوں کے سامنے یہ گلی کی نکڑوں پر ملنے والی دو گھڑی کی محبتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں' ہونہہ۔

اس نے بادلوں سے اٹے آسمان کی طرف خوشی سے سر اٹھا کر دیکھتے ہوئے سوچا۔

"ہائے آج بارش ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔ کتنے دنوں سے میں نے بارش سے باتیں نہیں کیں۔" اس کے پاگل پن نے سوچا۔

شام ہوتے ہی ہر طرف دھند کا غبار پھیل گیا اس نے منڈیر سے ذرا نیچے جھانکا سر الیکٹرک کیتل میں اپنے لیے چائے بنا رہے تھے۔ انہوں نے کھڑکی سے ایک نظر عصمی کو دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

"اگر یہ خالہ امی کو بتا دیتے تو' توبہ میں کیا کرنے چلی تھی۔" اس نے خوف سے جھرجھری لی۔

"خالہ امی! آج مٹر پلاؤ اور شامی کباب میں بناؤں گی اور نیچے سر کو بھی بھیجیں گے کیونکہ چھوٹی خالہ کا تو ساگ کا چوتھا دن چل رہا ہے آج۔"

وہ کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولی خالہ امی چائے بنا رہی تھیں۔

"اسے ساگ پسند ہے تو تمہیں کیوں برا لگتا ہے۔" انہوں نے دیورانی کی حمایت کی۔

"اب ایسی بھی کیا پسندیدگی کہ بس پہنانے کی کسر رہ جائے۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

دسمبر کی چھٹیوں میں جگنو دو تین دن کے لیے آیا' رخشی بالکل نہ آئی۔ اس نے چھوٹی خالہ سے پوچھا تو ناک سکوڑ کر بولیں۔

"پڑھنے گئی ہوئی ہے وہاں کوئی فارغ نہیں کہ دو چار چھٹیاں ملیں تو گھر کو بھاگ لے۔ کہہ رہی تھی امی اس دفعہ کلاس میں میری پوزیشن بن رہی ہے اس لیے ہاسٹل میں رہ کر خوب پڑھوں گی۔ میری بچی کا پڑھ پڑھ کر اتنا سا منہ نکل آیا ہو گا۔ جگنو کے ہاتھ گاجروں کا حلوہ بنا کر بھیجا ہے میں نے اللہ اسے کامیاب کرے۔" ان کا لہجہ شہد بھرا تھا۔ عصمی چپ کر گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"اس بار ہونے والے انٹر کے امتحان ایک ماہ لیٹ ہو گئے ہیں۔ میرا خیال ہے آپ ایڈمیشن بھجوا دیں۔ آدھے پیپر اب دے دیں آدھے سیکنڈ اٹیمپ میں دے دیجیے گا۔"

سر نوروز اس کے ٹیسٹ کی چیکنگ کے دوران اسے بتا رہے تھے۔

"جی اچھا!" اس نے we are seven کی سمری ان کے آگے رکھتے ہوئے تابعداری سے کہا۔

دل میں اس نے سوچ رکھا تھا کہ پیپرز پورے ہی دے گی جو ہونا ہو گا ایک ہی بار ہو جائے گا' بار بار سولی پر لٹکنے سے فائدہ۔ تین چار ماہ جان لڑا کر محنت کر لیتی ہوں' دوبارہ ان کتابوں کی اللہ مجھے شکل نہ دکھائے۔

پھر مئی میں ہونے والے پیپرز جون میں شروع ہوئے اور جون تک اسے نہ اپنا ہوش تھا اور نہ چھت منڈیروں کا۔ ویسے بھی گرمیوں میں اوپر اس قدر گرمی ہوتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی سیخ کباب کو چاروں طرف سے گھما گھما کر سینک پہنچا رہا ہو۔ یہی حال اوپر کے کمروں کا تھا صبح پانچ بجے جو سورج سروں پر چمکنا شروع ہوتا تھا۔ رات سات آٹھ بجے جا کر کہیں اندھیرے کی صورت نظر آتی تھی۔ وہ صبح صفائی کر کے

Digest Library.com

کتابیں اٹھاتی اور درمیان والی منزل کے برآمدے میں جا بیٹھتی۔ خالہ امی بھی اس کے ساتھ ہی نیچے چھوٹی خالہ کی پاس چلی جاتیں۔ دوپہر کے لیے وہ صبح ہی کچھ نہ کچھ بنا لیتی تھیں روٹیاں حاجن انہیں تنور سے لا دیتی تھی اور وہ دونوں نیچے ہی چھوٹی خالہ کے پاس دوپہر کا کھانا کھا لیتی تھیں۔

"چلو ان کتابوں کے بہانے ہی سہی عصمت بی بی کی بے چین روح کو چند مہینے چین تو ملے گا اور دیواروں نے بھی کچھ سکھ کا سانس لیا ہو گا یہ علیحدہ بات ہے کہ مقصد صرف امتحان دینا ہے یا کچھ اور ہے۔" digest library.com

ان کا طنز وہ تو سمجھ جاتی لیکن خالہ امی شاید جان کر انجان بن جاتیں اور چھوٹی خالہ کی ہاں میں ہاں ملانے لگتیں۔

"بس جمیلہ! میں نے سوچا چار حرف پڑھ لے گی تو کچھ آسرا ہو جائے گا۔ یہاں کون سا اس کے کوئی آگے پیچھے بیٹھا ہے۔ کل کلاں کو کوئی بات ہو گئی تو یہ تعلیم کام آجائے گی میری سانسوں کا کیا بھروسا!"

خالہ امی کی بات پر تڑپ کر اس نے انہیں دیکھا۔ وہ اسے آج کل ویسے بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھیں۔ ان کا رنگ پھیکا پڑتا جا رہا تھا' گرمی جو زیادہ ہے' اس کے دل نے جواز گھڑا تو وہ اطمینان سے "قرار داد پاکستان" کے نکات رٹنے لگی۔

پھر امتحان آئے اور ہو بھی گئے۔ خلاف توقع اس کے سب پیپرز اچھے ہوئے تھے اسے تو بس پاس ہونے کی تمنا تھی۔ اچھے نمبروں کے خواب اس نے کبھی نہیں دیکھے تھے' اسے اپنی قابلیت کا اندازہ تھا۔ اگرچہ سرنو روز کا خیال تھا کہ اس کے نمبر بہت اچھے آئیں گے۔

پڑھائی ختم ہونے کی خوشی میں اس نے گرمی کا احساس بھی بھلا لیا۔ سارا دن اوپر ہی گزرتی' جون جولائی کی لو برساتی ہوائیں پنکھے سے ٹکرا کر آگ کے گولے بن جاتیں مگر وہ ڈھیٹ بنی سوتی رہتی' پندرہ بیس دن تو اس نے خوب نیندیں پوری کیں۔ خالہ امی کی ڈانٹ کا بھی اس پر کچھ اثر نہ ہوتا' اس نے نیچے جانا بالکل چھوڑ دیا۔ ایک تو گرمی اوپر سے چھوٹی خالہ کے سوئیوں جیسے چبھتے طنز۔

پھر جولائی میں بارشیں شروع ہو گئیں تو اس کے دل کی کلیاں کھل گئیں۔ اوپر کا موسم بہت اچھا رہنے لگا تھا۔ اب تو خالہ امی بھی نیچے نہیں جاتی تھیں۔

"خالہ امی! یہ رخشی اور جگنو بھائی اس بار آئے ہی نہیں۔ رخشی کے تو پیپرز بھی کب کے ختم ہو گئے ہیں۔" ایک دن اسے اچانک خیال آیا تو پوچھ بیٹھی۔

"آج کل میں آنے والے ہیں۔ پیپرز کے بعد رخشی اپنی پھوپھو کی طرف چلی گئی تھی اور کچھ دن شاید اپنی کسی دوست کے ہاں بھی رہی ہے۔ کل شاید دونوں آجائیں۔ جگنو کے امتحان پرسوں ختم ہوئے ہیں' جمیلہ بتا رہی تھی۔"

وہ بے چینی سے ان کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

اور اگلے دن واقعی دونوں آگئے۔ جیسے ہی نیچے ان کے آنے کی اسے خبر ہوئی وہ فوراً" رخشی سے ملنے گئی۔ کتنے ماہ ہو گئے تھے اس سے ملے۔

رخشی نے آف وہائٹ نیٹ کی شرٹ اور براؤن دوپٹہ اور شلوار پہن رکھی تھی۔ اس کی صحت پہلے سے بہت اچھی ہو گئی تھی اور جسم بھی فربہی مائل تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ چمک رہا تھا اور آنکھوں میں جیسے ستارے جگمگا رہے تھے۔ عصمی اسے دیکھ کر حیران سی رہ گئی۔ جگنو البتہ کچھ اکھڑا اکھڑا اور بیزار سا تھا۔

"ہائے رخشی! تم کتنی پیاری ہو گئی ہو۔ یہ کیسے امتحان تھے تمہارے جنہوں نے تمہیں اتنا رنگ روپ دے ڈالا۔ میرا تو ان امتحانوں نے خون ہی جلا ڈالا ہے۔" وہ اس کے گلے لگتے ہوئے پیار سے بولی۔

"اچھا واقعی!" وہ زور سے کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

Would I take

it as a compliment or...

(کیا میں اسے تعریف سمجھوں یا.....)

"نہیں' رئیلی یو لک ویری پریٹی۔" اس نے ستائش بھری نظر سے اسے دیکھا۔

"تھینک یو!" اس نے جھٹکے سے اسٹیپس میں کٹے بالوں کو اک ادا سے جھلایا۔
"ہائیں، تم نے بال بھی کٹوا لیے؟" اس پر تو اس کی نظر نہ پڑی تھی۔
"یار! وہاں ان مصیبتوں کو سلجھانے کا ٹائم نہیں ملتا تھا، اس لیے میں نے فشوں۔" اس نے انگلیوں سے قینچی بالوں پر چلادی۔
"چھوٹی خالہ نے کچھ نہیں کہا؟" اس نے کچھ تشویش سے پوچھا۔
"کیوں میں نے کیا ان کے بال کٹوائے تھے جو وہ کچھ کہتیں۔" وہ ناک سکوڑ کر بولی۔
"یہ جگنو بھائی کو کیا ہوا ہے۔ آتے ہی کمرے میں گھس گئے ہیں۔" اس نے پوچھ ہی لیا۔
"ان کی "مونیکا" انہیں ڈاج دے گئی ہے۔ چند دن تو سوگ منائیں گے۔"
"کیا مطلب؟" وہ حیرانی سے بولی۔
"تمہاری سمجھ اس گھر میں رہ کر بالکل Still (جامد) ہوگئی ہے۔" وہ لاپروائی سے بولی۔ "تم پریشان نہ ہو۔" کہتے ہوئے وہ دھم سے بیڈ پر گر گئی۔
"ان کے پیپرز اچھے نہیں ہوئے؟ ویسے "مونیکا" سے وہ کچھ کچھ تو سمجھ ہی گئی تھی۔
"ہاں شاید۔ اچھا بھئی میں تو سوؤں گی، خاصی تھکاوٹ ہو رہی ہے۔"
اس نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ اس کی یہ حرکت عصمی کو بالکل اچھی نہ لگی۔ وہ فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔
"اوکے، میں چلتی ہوں۔"
"بیٹھو تم تو۔ میں تو ویسے ہی کہہ رہی تھی۔ بڑی باتیں کرنی ہیں تم سے۔" وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر بولی۔
"نہیں، خالہ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے جا کر کھانا بنانا ہے۔ اتنے میں تم آرام کرلو، کل باتیں کریں گے۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔" رخشی نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

پھر وہ دن اور اس سے اگلا بھی گزر گیا۔ رخشی اوپر نہ آئی۔ وہ بھی نیچے نہ گئی۔ کچھ انا آڑے آگئی، کچھ خالہ امی کی طبیعت ٹھیک نہ تھی لیکن دوسرے دن کی شام کو نیچے سے تیز تیز آوازیں سنائی دینے پر وہ منڈیر کی طرف بڑھی۔ صحن میں کوئی نہیں تھا۔ آوازیں اندر دالان سے آرہی تھیں۔ چھوٹی خالہ چیخ رہی تھیں، رخشی انہیں تیز آواز میں جواب دے رہی تھی لیکن ایک لفظ اس کے ایک پلے نہ پڑا۔
اسی لمحے جگنو تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا دالان سے نکلا اور باہر گیٹ کی طرف چلا گیا پھر نیچے خاموشی ہوگئی۔
پہلے اس کا جی چاہا کہ نیچے جا کر پتا کرے۔ چھوٹی خالہ پہلے ہی غصے میں ہیں، یہ نہ ہو مجھ پر برس پڑیں۔ اس نے سوچتے ہوئے کچن کا رخ کیا۔ اس نے رات کو خالہ امی سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر بات ختم کردی۔ "ہوگا ان کا کوئی آپس کا مسئلہ۔ ہمیں ٹوہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔"
پھر دو دن اسی خاموشی سے گزر گئے۔ اسے بڑی بے چینی تھی۔ تیسرے دن خالہ امی ڈاکٹر کو دکھانے گئیں تو وہ بھی ان کے ساتھ گئی۔ واپسی پر چھوٹی خالہ صحن میں بیٹھی تھیں۔ خالہ امی ان کے پاس بیٹھ گئیں۔
"چھوٹی خالہ! رخشی کہاں ہے؟" اس نے کھڑے کھڑے پوچھا۔
"اندر سو رہی ہے۔" وہ بیزاری سے بولیں۔ سونے کا مطلب وہ سمجھتی تھی، اس لیے خاموشی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگئی۔
بس اب تو اس گرمی سے جان چھوٹنے والی ہے۔ اگست اور پھر ستمبر۔ اس نے اوپر آکر آسمان پر کہیں کہیں بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھ کر سوچا اور چھت پر پانی چھڑکنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد خالہ امی بھی اوپر آگئیں۔
"پتا نہیں کیا بات ہوئی ہے نیچے۔ جمیلہ کا مزاج اچھا نہیں لگ رہا تھا۔" وہ چائے پیتے ہوئے بولیں۔
"ہوگا ان کا کوئی آپس کا مسئلہ، ہمیں ٹوہ لینے کی کیا ضرورت۔" اس نے جتا کر انہیں اسی لہجے میں جواب

Digest Library .com

دیا۔
"عصمی! بڑی تیز ہوگئی ہو تم۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے گھورا۔
"خالہ امی! آپ زیادہ نہ سوچا کریں۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا اس سے آپ کا بی پی لو ہو جاتا ہے۔ خوش خوش رہا کریں۔" وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔
"میں تو خوش خوش ہی رہتی ہوں۔ مجھے بھلا کیا غم ہے۔" انہوں نے اس کا ماتھا چوم کر کہا۔ "میری بیٹی انٹر کرلے گی۔ میں اور خوش ہو جاؤں گی۔"
"انشاءاللہ' بلکہ ماشاءاللہ۔" وہ ہنسی۔
اگلے دن وہ صبح کام ختم کرتے ہی نیچے گئی۔ چھوٹی خالہ تو اندر کمرے میں لیٹی ہوئی تھیں' رخشی اپنے کمرے میں فون کر رہی تھی۔ وہ وہیں جا کر بیٹھ گئی تو باتیں کرتی رخشی نے اپنی آواز اتنی مدھم کرلی کہ اسے خواہ مخواہ شرمندگی نے آگھیرا۔ وہ اٹھ کر باہر آگئی۔ کچھ دیر صحن میں ٹہلتی رہی پھر چپکے سے اوپر آگئی۔ سرنوروز بھی جب سے چھٹیاں ہوئی تھیں گاؤں گئے ہوئے تھے۔ ان کے کمرے میں بھی تالا لگا ہوا۔
پھر وہ دوبارہ نیچے گئی ہی نہ اور نہ ہی رخشی اوپر آئی۔ وہ عجیب سی ہوگئی تھی۔ روکھی اور بیزار سی۔ ایک دو بار منڈیر سے ہی اس نے رخشی کو اوپر آنے کی دعوت دی تو وہ "آؤں گی" کہہ کر ٹال گئی۔ اس دن خالہ امی کے ساتھ ڈاکٹر کے یہاں سے آتے ہوئے اس کا سامنا ہوگیا۔ وہ تخت پر بیزار سی بیٹھی تھی۔ عصمی کے حال چال پوچھنے پر اس نے صرف "ہوں' ہاں" میں جواب دیا۔ ماں بیٹی میں بھی کچھ ٹھنی ہوئی لگتی تھی۔ اسے کیا ضرورت تھی کریدنے کی۔
اگست کی بارشیں شروع ہوگئی تھیں' جب ان کا رزلٹ آؤٹ ہوا تھا۔ سرنوروز جس دن اس کا رزلٹ آیا' اسی روز گاؤں سے لوٹے تھے۔ وہ اسے مبارکباد دینے اوپر آئے تھے۔ وہ سیکنڈ ڈویژن میں بہت اچھے نمبر لے کر پاس ہوئی تھی۔ خالہ امی نے مٹھائی منگوا کر چاچن کے ہاتھ محلے کے سارے گھروں میں بھجوائی تھی۔

اسی شام رخشی کی طبیعت خراب ہوگئی۔ حاجن خالہ امی کو بلانے اوپر آئی وہ مغرب کی نماز پڑھ کر بیٹھی تھیں۔ اٹھ کر نیچے چلی گئیں اور پھر رات گئے تک نہ لوٹیں۔ آخر انتظار کرتے کرتے وہ گیارہ بجے ہار کر نیچے اتری۔ نیچے صرف فرید چچا تھے۔
"چچا جان! خالہ امی کہاں ہیں؟" اس نے گم صم بیٹھے چچا فرید سے پوچھا۔
"وہ ڈاکٹر کے پاس گئی ہیں تمہاری خالہ کے ساتھ۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔
"کیوں' خیریت تھی۔ کیا ہوا تھا رخشی کو؟"
"ہاں' بس طبیعت خراب ہوگئی تھی اس کی۔" انہوں نے ٹالنے والا جواب دیا۔
پھر دوبارہ اس نے کچھ نہ پوچھا۔ کچھ دیر کھڑی رہی پھر باہر دالان میں تخت پر آکر بیٹھ گئی۔ بیٹھے بیٹھے تھک گئی تو لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر میں اسے نیند آگئی۔
"عصمی! یہاں کیوں سوئی ہوئی ہو؟" خالہ امی اس پر جھکی ہوئی پوچھ رہی تھیں۔
"آپ آگئیں خالہ امی! مجھے اوپر بڑا ڈر لگ رہا تھا۔ آپ کا پتا کرنے نیچے آئی تھی۔" وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔
"چلو اوپر چلتے ہیں۔" ان کا لہجہ عجیب دکھی سا ہو رہا تھا۔
"رخشی اور چھوٹی خالہ کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔
"وہ ڈاکٹر کے کلینک ہی ہیں۔ صبح تک آجائیں گی' تم چلو اوپر۔" وہ سلیپر پیروں میں ڈال کر کھڑی ہوگئی۔
"کیا زیادہ طبیعت خراب ہوگئی تھی رخشی کی؟" سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے خالہ امی سے پوچھا۔
"ہوں۔" انہوں نے مختصراً کہا۔
"کیا ہوا تھا۔ صبح تو اچھی بھلی تھی۔" آخری سیڑھی پہ پہنچ کر وہ پھر سوال کر بیٹھی۔ خالہ امی چپ رہیں۔
اوپر پہنچ کر جب اپنے بستر میں بیٹھ گئیں تو وہ کھانا

گرم کرنے چلی گئی۔
"رہنے دو اب کھانا۔ بس دودھ ٹھنڈا کر کے لے آؤ۔ اب اتنی رات کو کیا کھانا۔" انہوں نے اسے آواز لگائی۔
"خالہ امی! کیا ہوا تھا رخشی کو۔ آپ نے بتایا نہیں۔" لیٹتے لیٹتے اس سے رہا نہ گیا تو پھر پوچھ بیٹھی۔
"فوڈ پوائزنگ ہو گئی تھی اسے۔ بس اب سو جاؤ' زیادہ سوال وجواب کی ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے کروٹ بدل لی۔
اور وہ "فوڈ پوائزنگ" کی وجوہات سوچتے سوچتے پتا نہیں کب نیند کی وادی میں اتر گئی۔

digest library.com

دوسرے دن شام کو رخشی آئی تو اس نے خیریت پوچھنے نیچے جانا چاہا تو خالہ امی نے اسے روک دیا۔
آخر تیسرے دن صبح کی صفائی کر کے وہ پھر خالہ امی کے پاس آ بیٹھی۔
"خالہ امی! جاؤں نیچے' اتنے دن ہو گئے ہیں۔ رخشی کیا کہے گی؟" وہ کچھ لجاجت سے بولی۔
"جاؤ لیکن پندرہ بیس منٹ سے زیادہ نہ لگانا۔ مجھے آکر دوائی بھی دینی ہے۔" انہوں نے طوعاً و کرہاً اسے اجازت دی۔
"آپ ابھی لے لیں۔" اس نے کام نپٹانا چاہا۔
"نہیں تم ہو آؤ۔ جلدی آنا۔" پتا نہیں انہیں کیا پریشانی تھی۔ وہ سر ہلا کر نیچے آ گئی۔ چھوٹی خالہ کچن میں تھیں اور رخشی اپنے کمرے میں لیٹی تھی۔
وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ یہ وہ رخشی تو نہ تھی جو لاہور سے ایسے آئی تھی جیسے کوئی کھلا ہوا گلاب ہو۔ یہ رخشی تو اس کا کوئی سایہ لگ رہی تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور پیلا زرد رنگ اور ہنسلی کی ہڈیاں دونوں طرف سے نکلی ہوئی تھیں۔
"کیا حال ہے رخشی؟" اس نے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔
"ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ ہنوز بے مروت سا تھا۔
"کیا طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی؟"
"ہوں۔"
اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا پوچھے' وہ تو بالکل اجنبی بنی بیٹھی تھی۔
"تمہارا رزلٹ آ گیا؟" یہی بات اس کے ذہن میں آئی۔
"آ گیا ہو گا۔" اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔
"تمہیں نہیں پتا چلا؟"
"نہیں۔"
"اب کیسی طبیعت ہے؟" وہ اس کا رویہ سمجھنے سے قاصر تھی۔
"کیا نظر آتا ہے تمہیں؟" اس کا لہجہ چبھتا ہوا سا تھا۔
"کافی کمزور ہو گئی ہو۔ رخشی! تمہیں کیا ہوا ہے؟" وہ ہمدردی سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔
"جب پہلی ٹھوکر لگتی ہے نا تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے پھر اس اندھیرے کے چھٹتے چھٹتے بہت سے منظر بدل جاتے ہیں۔" اس کی بات عصمی کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ پھر کچھ دیر یونہی گزر گئی۔
"لاہور اب کب جاؤ گی؟"
"شاید کبھی نہیں۔" اک ملال افسردگی' یاسیت۔ پتا نہیں کیا کیا اس کے لہجے سے عیاں تھا۔
"جاؤں گی کچھ عرصے تک۔" تھوڑی دیر بعد وہ بولی۔
"عصمی! تمہیں آپا بلا رہی ہیں اوپر۔" چھوٹی خالہ نے پردہ اٹھا کر خشک لہجے میں اسے پیغام پہنچایا تو وہ فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی۔
"تم آنا اوپر۔ آج کل اوپر کا موسم بہت اچھا ہو رہا ہے۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے دعوت دی۔
"موسم تو اندر ہوتا ہے۔ اوپر تو صرف دھوکا ہوتا ہے۔" اسے لگا رخشی اپنے حواسوں میں نہیں ہے۔
پھر وہ دوبارہ نیچے نہ گئی' کتنے ہی دن۔
سرنور وز نے اسے بی اے کی تیاری کرنے کے لیے کہا تو وہ ٹال گئی۔

خالہ امی کی طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ پتا نہیں کیا بیماری تھی انہیں۔ ڈاکٹر جاوید کی سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا تھا۔

......*

موسم تیزی سے بدلنا شروع ہوگیا تھا۔ آسمان نے سرِشام ہی بام کی طرف جھکنا شروع کردیا تھا۔ ہوا میں خنکی آگئی تھی۔ دھوپ کی حدت میں کمی آتی جارہی تھی۔ صبح سورج کو اپنی کرنیں پوری چھت پر پھیلانے میں کافی وقت لگتا تھا۔ دن میں تیز اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی تھیں۔ درختوں کے پتے اترنا شروع ہوگئے تھے اور جو درختوں پر موجود تھے ان کی رگوں میں زردی دوڑنا شروع ہوگئی تھی۔ شاموں میں اداسیاں گھلنے لگی تھیں۔ دن چھوٹے ہورہے تھے اور راتوں کی طوالت بڑھ رہی تھی۔ اس کا پسندیدہ موسم شروع ہونے والا تھا۔ وہ اس بات پر خوش تھی لیکن کوئی چیز تھی اندر جو اسے خوش نہ ہونے دے رہی تھی۔

خالہ امی کو روز بخار ہوجاتا۔ روز میڈیسن بدلنے سے بھی افاقہ نہیں ہورہا تھا۔ وہ دنوں میں ہی اتنی کمزور ہوگئی تھیں کہ روز نیچے اتر کر ڈاکٹر کو دکھانے بھی نہ جاسکتی تھیں۔ چچا فرید کے کہنے پر وہ انہیں لے کر کچھ دنوں کے لیے نیچے ہی شفٹ ہوگئی۔

مگر ان کی طبیعت بجائے سنبھلنے کے بگڑتی چلی گئی۔ نومبر کا آخری ہفتہ تھا۔ رات سرما کی پہلی بارش ہوئی تھی مگر اس کو بارش پر بہت غصہ آیا تھا۔ اسے لگ رہا تھا بارش رو رہی ہے محسوست پھیلا رہی ہے۔

خالہ امی کا بخار بہت تیز تھا اور وہ نیم بے ہوشی میں پڑی تھیں۔ وہ کچھ دیر تو بے بسی سے انہیں دیکھتی رہی پھر چچا فرید کو بلانے چل پڑی۔ جگنو تو ایک عرصے سے لاہور میں تھا۔

"جگنو بھی نہیں آیا' کتنے فون کیے ہیں اس کو۔ اوپر سے آپا کی حالت۔ مجھے تو وہ ٹھیک ہوتی نظر نہیں آتیں۔ ڈاکٹر نے بھی جواب دے دیا ہے۔" چھوٹی خالہ پریشان آواز میں کہہ رہی تھیں۔

"اور اولاد کو سر پر چڑھاؤ۔ تم نے اوتار سمجھ لیا تھا ان ناخلفوں کو' نیک اور پارسا۔ دیکھا کیا گل کھلایا تمہاری معصوم سی بچی نے اور وہ ملعون پانچ سالوں سے ایم اے نہیں کرپا رہا اور کیا وہ یونہی بیٹھا ہوگا وہاں۔ جن خبیثوں کی صحبت میں وہ دن رات رہتا ہے وہ اسے آنے دیں گے ادھر۔"

چچا فرید کی آواز خاصی بلند تھی۔ "اور وہ ادھر آئے بھی تو کیوں؟۔ پیسوں کے لیے آتا ہے نا۔ وہ تم اسے بھجوا دیتی ہو۔ بڑی پڑھائیاں کرلیں دونوں نے۔ بڑے تمغے اور گولڈ میڈل پہنا دیے ماں باپ کے گلوں میں پاپ کے۔"

"آہستہ بولیں' اب جوان بیٹے کو میں باندھ کر تو نہیں بٹھا سکتی تھی گھر میں۔ سب پر یہ وقت آتا ہے۔ آپ کو یاد نہیں رہا تو الگ بات ہے۔" چھوٹی خالہ تڑخ کر بولیں۔

"بکواس نہ کرو۔ یوں ماں باپ کی عزتیں چوراہوں پر نہیں اچھالتے پھرتے تھے ہم۔ تمہاری اسی ڈھیل نے ان حالوں کو پہنچایا ہے۔ بیٹے کو تم باندھ نہیں سکتی تھیں' بیٹی پر تو نظر رکھ سکتی تھیں۔ تم سے تو یہ بھی نہ ہوسکا۔" ان کا لہجہ زہر آلود تھا۔

"اچھا بس بہت ہوگئی' بڑے طعنے سن لیے میں نے۔ اکیلی میں ہی ذمہ دار نہیں ان خرابیوں کی۔ آپ سوئے ہوئے تھے خود خبر گیری کرلیتے۔ ہونہہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اگر خود کو تماشا بنوانے کا شوق ہے تو خوب چیخیں۔ گلی میں لوگوں کو پکڑ پکڑ کر بتائیں کہ آپ کی اولاد نے کیا کیا ہے۔ جسے نہیں خبر اسے بھی بتائیں۔ یہاں پارسا ہے کون۔" وہ چپ چاپ واپس آگئی۔

اور شام تک خالہ امی کی طبیعت بے حد بگڑ گئی۔ بخار کی شدت سے ان کا جسم کپکپا رہا تھا اور وہ تکیے پر بے چینی سے سر زور زور سے پٹخ رہی تھیں۔ ابھی ڈاکٹر دیکھ کر گیا تھا لیکن کچھ افاقہ ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔ عصمی کا دل ڈوبا جارہا تھا۔

"جمیلہ! اب میرا بچنا محال ہے۔ میرے بعد عصمی کا کیا ہوگا۔" بخار ذرا ہلکا ہوا تو وہ اٹھ کر بیٹھ

گئیں۔ ان کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔
"آپا! اللہ مالک ہے' کیسی باتیں کرتی ہیں۔ اللہ نے چاہا تو تم ٹھیک ہو جاؤ گی' فکر نہ کرو۔" چھوٹی خالہ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں دلاسا دیا۔
"نہیں جمیلہ! اب میں ٹھیک نہیں ہوں گی' مجھے پتا ہے۔ مجھے بتاؤ عصمی کا کیا ہوگا۔ میرا اللہ مجھے اتنی مہلت تو دیتا۔" ان کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا۔
"آپا! تم لیٹ جاؤ' ایسی باتیں نہ کرو۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔" چھوٹی خالہ کی آواز بھرا گئی۔ اتنے برسوں کا ساتھ تھا ان سے۔ خالہ امی کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ کونے میں فرید چچا بھی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ایک طرف رخشی بھی بیٹھی تھی۔
"یہ دیکھو جمیلہ! یہ میرے بندھے ہوئے ہاتھ دیکھو۔ میری عصمی کا میری آنکھوں کے سامنے کچھ کر دو خدا کے لیے۔ فرید بھائی میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں۔"
وہ لیٹتے لیٹتے پھر تڑپ کر اٹھ بیٹھیں اور ان کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر بولیں۔
"خالہ امی! خالہ امی! ایسا نہ کریں خدا کے لیے۔" وہ روتی ہوئی ان کے بندھے ہوئے ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا کر بولی۔
"عصمی! تو جا یہاں سے۔" وہ اس کے ہاتھ جھٹک کر بولیں۔ "جا تو باہر۔"
وہ زور سے بولیں تو فرید چچا نے پیچھے سے آکر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسے باہر جانے کا اشارہ کیا تو وہ روتی ہوئی باہر نکل گئی۔ رخشی بھی اس کے ساتھ باہر آگئی۔
"فرید بھائی! تمہیں تو اس زمانے کی خبر ہے نا۔ یہاں تو ماں باپ والیاں محفوظ نہیں' میری بچی تو بالکل بے آسرا ہو جائے گی۔ مجھ مرتی کی فریاد سن لو۔ جگنو' جگنو کو ہی بلا دو۔ اسی سے۔" وہ تکیے پر سر پٹخ کر رونے لگیں۔
"بھابھی! بھابھی! اللہ کا آسرا بہت ہے بے سہاروں کے لیے۔ کیوں دل چھوٹا کرتی ہو۔ اتنی سی تھی جب ماں باپ اٹھ گئے۔ تب بھی تو اللہ نے تمہارا آسرا اسے دیا۔ اب بھی وہی مالک ہے۔ کیوں جی ہولا کرتی ہو۔ ہم ہیں عصمی کے ماں باپ۔" فرید چچا نے پاس بیٹھ کر نرمی سے انہیں سمجھایا۔
"نہیں نہیں۔ یہ جھوٹی تسلیاں نہ دو مجھے۔ وہ وقت اور تھا' اور میں نے اسے آسرا دیا کہ مجھے بھی تو جینے کے لیے کچھ چاہیے تھا۔ پر اب اسے کسی مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ فرید بھائی! اللہ تمہیں سلامت رکھے کچھ کرو۔" ان کی سانس ٹوٹنے لگی اور پھر غشی طاری ہونے لگی۔
"یا اللہ تو رحم کر۔ جائیں ڈاکٹر کو پھر بلا لائیں۔ آپا کی حالت تو بگڑتی جا رہی ہے۔" چھوٹی خالہ نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔
"نوروز گیا ہوا ہے ڈاکٹر کو بلانے۔ اوپر سے موسم بھی خراب ہے' بارش شروع ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر بے چارہ کیا کرے۔ اس نے تو جواب دے دیا ہے کہ میرے بس کا کام نہیں یہ۔ آپ لاہور لے جائیں۔ پر اس وقت کیسے لے جائیں۔ جگنو ہوتا تو شاید کچھ کر لیتے۔ موسم بے حد خراب ہو رہا ہے۔" ان کا لہجہ فکر مند تھا۔

digest library.com

اسی وقت نوروز اور ڈاکٹر اندر داخل ہوئے۔ دونوں بھیگے ہوئے تھے۔
بارش تیز ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے اندر آکر اپنا فرسٹ ایڈ باکس دوسری کرسی پر رکھا اور اسٹیتھ سکوپ نکال کر دل کی دھڑکن چیک کرنے لگا۔
"میں نے تو فرید صاحب آپ سے کہا تھا آپ انہیں لاہور لے جائیں' ان کی حالت۔ خدانخواستہ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ یہاں میرے پاس اتنی سہولتیں نہیں کہ مکمل ٹریٹمنٹ دے سکوں۔"
تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے سنجیدہ انداز میں کہا۔
"ڈاکٹر صاحب! آپ کی بات صحیح ہے لیکن اس موسم میں۔ آپ کچھ ایسا کر دیں کہ صبح تک۔ پھر اللہ نے چاہا تو میں صبح ہوتے ہی کچھ کر لوں گا۔" وہ لجاجت سے بولے۔

"وہ تو میں کر ہی رہا ہوں۔ آگے جو اللہ کو منظور۔" ڈاکٹر نے سرنج میں دوائی ڈالتے ہوئے کہا۔ دوائی کے زیر اثر وہ دو تین گھنٹے سوئی رہیں۔

جونہی رات گہری ہوئی گھنے بادلوں نے سارے آسمان کو گھیر لیا اور دو گھنٹے سے گھٹے گھٹے بادل قطرہ قطرہ برسنے لگے۔

ان کا بخار یک لخت اتر گیا تھا اور جسم ٹھنڈا ٹھار ہو گیا تھا۔ چھوٹی خالہ نے ان کے اوپر لحاف دیا لیکن ان کی سردی میں کمی نہیں ہو رہی تھی۔

"جمیلہ! اس کو پرے کرو۔ عصمی کہاں ہے؟ اسے بلاؤ۔" انہوں نے ایکدم لحاف پرے کرتے ہوئے گھبرا کر کہا تو دروازے میں پژمردہ کھڑی عصمی اندر آگئی۔

"نہیں کچھ کیا تم لوگوں نے۔ جمیلہ! میں یونہی چلی جاؤں گی نامراد۔ کیا منہ دکھاؤں گی جا کر اس کی ماں کو۔ ہائے مجھے کیا ہو رہا ہے۔" وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں۔

"آپا! ڈاکٹر نے کہا ہے تم ٹھیک ہو جاؤ گی' بس حوصلہ کرو۔" چھوٹی خالہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

"نہ دو مجھے یہ دلاسے۔ مجھے پتا ہے میرا وقت قریب آگیا ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ جگنو' جگنو نہیں آیا۔ جمیلہ میں کیا کروں۔" انہوں نے بے قراری سے سینے پر ہاتھ مارا۔ "مجھے مر کر بھی چین نہیں آئے گا۔ میری بچی کیا کرے گی میرے بعد' ہائے۔" وہ تکیے پر سر پٹخنے لگیں۔

ان کی حالت دیکھ کر چھوٹی خالہ کا اپنا دل پانی ہونے لگا۔ انہوں نے سچے دل سے جگنو کے آنے کی دعا مانگی۔

"جمیلہ! میری بات سنو۔" فرید چچا نے انہیں اشارے سے بلایا تو وہ دونوں اٹھ کر باہر چلے گئے۔

وہ خالہ امی کے پاس بیٹھ کر ان کی پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگی وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگیں۔ ان کی آنکھوں سے جھانکتی وحشت سے اس کا دل پھٹا جا رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر ان کا ماتھا سہلاتی رہی۔ ان پر کچھ غنودگی طاری ہو گئی۔

"آخر اس میں حرج کیا ہے۔ آخر کہیں نہ کہیں ہامی بھرنی ہی پڑتی ہے۔" چھوٹی خالہ کی سرگوشی اسے کھڑکی کی طرف سے سنائی دی۔

"آپ کو تو پھوپھو! سب پتا ہے پھر بھی۔" یہ نوروز کی جھجکی ہوئی مدھم آواز تھی۔

"وہ معاملہ تو ختم سمجھو بلکہ اسے تو تم بھول ہی جاؤ۔ تمہاری ذرا سی ہمدردی سے اگر کسی کو ابدی سکون مل سکتا ہے تو دیر کیوں کرتے ہو؟" چھوٹی خالہ کی سرگوشی اب کے کچھ بلند تھی۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے پھوپھو! جب تک وہ معاملہ۔"

"دفع کرو اس معاملے کو۔ عصمی میں کیا برائی ہے؟"

"میں کب یہ کہہ رہا ہوں۔" وہ جھنجلا کر بولے۔

"تو پھر چھوڑ دو سب سوچوں کو۔ جو میں کہہ رہی ہوں وہ کرو۔"

"یہ کرنا کیا اتنا آسان ہے۔ نہیں پھوپھو! میں نہیں کر سکتا۔" ان کا لہجہ دو ٹوک تھا۔

"دیکھو نوروز! میں نے ہمیشہ تمہیں جگنو ہی کی طرح سمجھا ہے۔ بس حالات کچھ ایسے رہے کہ ... اس وقت یہ باتیں فضول ہیں۔ اگر آج میرا جگنو یہاں ہوتا تو کیا مجھے اس کی اتنی منتیں کرنی پڑتیں' وہ میرے ایک بار کہنے پر تیار ہو جاتا۔ چاہے کتنا ہی مجبور کیوں نہ ہوتا اور ویسے تم مجھے ماں کی جگہ سمجھتے ہو۔ مجھے بڑا مان ہے تم پر۔ میرا اتنا سا کہا نہیں مان سکتے۔" ان کا لہجہ روٹھا روٹھا سا تھا۔

"پھوپھو! یہ اتنی سی بات نہیں ہے۔ یہ تو زندگی بھر کے معاملے ہیں۔" نوروز نے انہیں مسئلے کی نزاکت کا احساس دلایا۔

"کبھی کبھی زندگی بھر کے معاملے یونہی عجلت میں سلجھ جاتے ہیں۔ تمہیں اللہ پر بھروسہ نہیں؟" وہ خفگی سے بولیں۔

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں آپ سے۔ اللہ پر بھروسا کریں' خالہ جان ٹھیک ہو جائیں گی۔" نوروز نے انہیں تسلی دی۔

"بس رہنے دو اپنی ہمدردیاں۔ اللہ جگنو ہی آجاتا۔

Digest Library .com

بے چاری آپا نے ساری زندگی کے بعد مجھ سے آخری لمحوں میں مانگا بھی تو کیا۔" وہ بے بسی سے بولیں۔ "کتنے احسان ہیں ان کے مجھ پر۔ مجھ یتیم کو فرید کی مخالفت کے باوجود بیاہ لائیں پھر سارا گھر میرے حوالے کر کے خود تپتی دھوپوں میں بسیرا کر لیا کہ جمیلہ تم بچوں والی ہو' مجھے تو ایک کمرہ بہت ہے اور میں ان کے ایک احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتی۔" وہ شاید رونے لگی تھیں پھر باہر مکمل خاموشی چھا گئی۔

تھوڑی دیر بعد خالہ امی کی آنکھ پھر کھل گئی۔ اسی وقت چچا فرید اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے چھوٹی خالہ اور ان کے پیچھے نوروز اور ان کے ساتھ محلے کے تین چار لوگ تھے۔ عصمی گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ بیٹا!" چچا نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"فاطمہ بھابھی' نوروز عصمی سے نکاح پڑھانے کو راضی ہے۔ اگر تمہیں منظور ہو تو نکاح ابھی پڑھا دیا جائے۔" فرید چچا نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا تو عصمی کی ٹانگیں تھر تھر کانپنے لگیں۔

"نہیں' نہیں خالہ امی!" الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے اور آنکھوں میں جیسے دسمبر کی دھند بھر گئی۔

خالہ امی نے غمگین سی مسکراہٹ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اور تھوڑی دیر میں فرید چچا نے اس کا کانپتا لرزتا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر نکاح نامے پر سائن کروا لیے۔

بھیگتی رات نے جیسے کتنے قطرے اپنے اندر اتار لیے۔

رات جتنی پراسرار اور اذیت ناک تھی' صبح اس سے زیادہ وحشت زدہ تھی کہ تین بجے جو اس کے نکاح کے بعد خالہ امی نے سکون سے آنکھیں موندیں۔ اس کے بعد کھولی ہی نہیں اور خاموشی سے لمبے سفر پر روانہ ہو گئیں' اس کے آنسو اور سسکیوں کی پروا کیے بغیر۔

اور بارشوں کو رونے کا جواز مل گیا۔

*_*_*

اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ اب کتاب زیست کو کون سے صفحے سے پڑھنا شروع کرے۔ سارے حرف جیسے گڈمڈ ہو کر رہ گئے تھے۔ خالہ امی نے جس بے وفائی سے اس کا ساتھ چھوڑا تھا اسے اب کسی کی وفا پر اعتبار نہ رہا تھا۔ نیچے صحن ہمہ وقت پرسہ دینے والوں سے بھرا رہتا اور وہ سارا وقت سر جھکائے یا تو سیپارہ پڑھتی رہتی یا آنسوؤں کی چادر آنکھوں پر تانے خالہ امی کی شبیہہ بنتی رہتی۔ دسمبر کی دھند نے ہر چیز کو اپنے غبار میں لے رکھا تھا۔ کوئی بھی منظر واضح نہیں ہو پا رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ لوگوں کی آمد و رفت بھی کم ہونے لگی۔ گھر میں سناٹے بولنے لگے۔ جگنو سارا دن گھر سے باہر گزارتا اور رخشی اپنے کمرے میں بند ویڈیو پر ہلکی آواز میں موویز دیکھتی رہتی۔ فرید چچا کی خاموشی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اور نوروز کے نہ آنے کا پتا چلتا' نہ جانے کا۔ وہ پیٹنٹ لیدر کے شوز پہنتے تھے۔ بے آواز قدموں سے دو تین دنوں بعد کمرے میں چھوٹی خالہ کے پاس آتے پھر اسی طرح واپس چلے جاتے اور اس کا سر ان کی آمد پر جیسے مزید زمین میں دھنس جاتا۔

چالیسواں بھی ہو گیا لیکن زندگی پر چھایا جمود جیسے ثبت ہو کر رہ گیا۔ ان دنوں کچھ وقفے کے بعد پھر سے بارشیں شروع ہو گئی تھیں۔ وہ بھی ایک گیلی نم آلود صبح تھی۔ جب باہر دروازے پر ایک مرسیڈیز آ کر رکی۔

وہ چھوٹی خالہ کے پاس بیٹھی گاجریں چھیل رہی تھی۔ جب ایک ادھیڑ عمر کی فیشن ایبل اور سوبر سی عورت اندر داخل ہوئی۔ اس نے میرون ویلوٹ کا قیمتی سوٹ پہن رکھا تھا اور اس کے اوپر فر کا بیش قیمت کوٹ۔ گلے میں ڈائمنڈ کا نیکلس دور ہی سے جگمگا رہا تھا۔ اس کی چال میں ایک کروفر تھا' ایک احساس تمکنت۔ اس کے پیچھے شاید اس کی بیٹی تھی۔ خوبصورتی کو اگر مجسم کیا جا سکتا تو وہ اس لڑکی کی شکل میں سامنے آ کر کھڑی ہو جاتی۔ رائل بلو گرم سوٹ' بلیک شوز اور بلیک کوٹ میں اس کا دراز قد اسے عجیب سی شان عطا کر رہا تھا۔ وہ انہیں نہیں پہچان سکی تھی

لیکن چھوٹی خالہ نے کچھ وقت کے بعد شاید انہیں پہچان لیا تھا' اسی لیے جلدی سے چھری ہاتھ سے رکھ کر استقبال کو آگے بڑھیں۔

"مہناز! مہناز بھابھی ہیں نا آپ؟" چھوٹی خالہ نے کچھ گرم جوشی کا مظاہرہ کیا۔ عورت نے کچھ نخوت سے اثبات میں سرہلایا اور ڈائمنڈ کی رنگز سے سجا ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"نوروز کہاں ہے؟" اس کی بلند آواز سن کر اپنے کمرے میں بیٹھا جگنو باہر آگیا۔

"وہ تو کالج گیا ہوا ہے۔ آپ آئیں' بیٹھیں نا۔" چھوٹی خالہ کچھ لجاجت سے بولیں۔

"اب تو بیٹھنا ہی پڑے گا۔" اس نے ناقدانہ نظروں سے اردگرد کا جائزہ لے کر شاید بیٹھنے کے لیے جگہ دیکھنی چاہی۔

"ادھر آجائیں۔" چھوٹی خالہ انہیں دالان میں پڑے صوفے کی طرف لے آئیں۔

لڑکی بھی کچھ ابرو چڑھا کر اردگرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ ماں کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ جمیلہ ہو۔ آں جہانگیر بھائی کی بہن۔" وہ صوفے پر بیٹھ کر ذرا تکلف سے بولی۔

"جی ٹھیک پہچانا آپ نے۔ میں جہانگیر کی بہن ہوں۔" چھوٹی خالہ اپنے پہچان لیے جانے پر خوش ہو کر بولیں۔

"نوروز کب سے ہے یہاں پر۔" ان کے چتون پر ہنوز شکنیں پڑی تھیں۔ جگنو ذرا تولتی نظروں سے اپنے کمرے کی چوکھٹ پر کھڑا ان کا جائزہ لے رہا تھا۔

"اب تو سال ہونے کو آیا ہے اسے یہاں آئے۔"

"اور یہاں آکر جم کر بیٹھ گیا' اپنی اوقات میں آگیا۔ نالی کی اینٹ کو چوبارے پر لگا بھی دو تو بھی اپنی اوقات کا اعلان وہ دور ہی سے کردے گی۔" وہ صوفے کے بازو پر ہاتھ مار کر بولیں۔

"ماما!" اس کی نازک مزاج بیٹی نے احتجاج کیا۔

"تمہاری فرسٹریشن نے یہ دن دکھایا ہے۔ جو ہمیں ٹکے ٹکے کے لوگوں کو منہ لگانا پڑ رہا ہے۔" اس نے بیٹی کو جھاڑا تو اس نے منہ بسور کر چہرہ باہر کی طرف گھما لیا' جہاں اس کی نظریں دروازے میں ایستادہ جگنو سے ٹکرائیں جو اسے فوکس کیے ہوئے تھا۔

"میں نے سنا ہے اس نے یہاں کوئی چکر وکر چلا لیا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بولیں۔

"کیسا چکر جی؟" چھوٹی خالہ کچھ حیرت سے بولیں۔

"کوئی نکاح وغیرہ کرلیا ہے اس نے۔" اب کے وہ دوٹوک انداز میں بولیں۔

"ہاں' کیا تو ہے۔" چھوٹی خالہ ہچکچا کر بولیں۔

"واٹ' ہابی بنایا ہوا ہے اس نے نکاح کو۔" وہ دھاڑیں۔

"ماما!" لڑکی کچھ حیرت اور صدمے سے بولی۔

"شٹ اپ ماحی! تم خاموش رہو۔ آپ کو پتا ہے پہلے سے نکاح کیا ہوا ہے اس نے میری بیٹی سے اور میں تو اسے لینے آئی تھی کہ کچھ اڑتی سی ہوا سنی تھی میں نے۔ کہا کسی نے پروپیگنڈہ کیا ہوگا مگر یہ تو سچ نکلا۔ میں تو اسے کورٹ میں گھسیٹ لے جاؤں گی۔ اس نے کیا کھیل سمجھا ہے میری بیٹی کی زندگی کو۔" وہ تیز تیز بولنے لگیں۔

"پر وہ تو کہتا ہے کہ یہ معاملہ ختم کرچکا ہے۔" چھوٹی خالہ نے دبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ختم کرچکا ہے۔ وہ کون ہوتا ہے ختم کرنے والا۔ اب یہ تو میں اسے بتاؤں گی کہ یہ معاملے کیسے ختم ہوتے ہیں۔ ہمارے ٹکڑوں پر پلنے والا آج ہماری عزت کو للکارنے لگا۔ ماحی! کال کرو اپنے پپا کو' وہ فوراً آئیں اور اپنے لائر کو بھی ساتھ لائیں۔" وہ بیٹی کی طرف پلٹ کر بولی تو اس نے جھٹ ہینڈ بیگ سے موبائل نکال کر ماں کے حکم کی تعمیل کرنی چاہی۔

"دیکھیں آپ کا جو بھی معاملہ ہے اسے اپنے گھر جاکر سیٹل کریں۔ ہم لوگوں کو بیچ میں کیوں گھسیٹ رہی ہیں۔" جگنو نے آگے بڑھ کر لڑکی کے ہاتھ سے موبائل جھپٹتے ہوئے کہا۔

"ہمارے کیس کا اصل مجرم اس گھر میں ہے' اس لیے معاملہ بھی یہیں طے ہوگا۔ تم کون ہوتے ہو بیچ

Digest Library.com

میں بولنے والے؟" وہ عورت غصے سے جگنو کے آگے کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

"میں اس گھر کا مالک ہوں۔ البتہ آپ یہاں سے چلتی پھرتی نظر آئیں۔" جگنو نے موبائل آف کرکے لڑکی کو تھمایا۔

"جگنو! یہ ہمارے مہمان ہیں۔ مہمانوں سے اس لہجے میں بات نہیں کرتے۔" چھوٹی خالہ نے اسے ڈانٹا۔ "میرا بیٹا ہے شرجیل' ذرا مزاج کا تیز ہے۔" انہوں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔

"مہمانوں کو بھی اپنی حد میں رہنا چاہیے۔" وہ تلخی سے بولا۔

"یہ لڑکی کون ہے؟" اس عورت کی نظر شاید اب عصمی پر پڑی تھی۔

"یہ۔" چھوٹی خالہ کو تعارف کرانا کچھ مشکل لگا۔

"یہ وہاب بھائی کی بیٹی ہے عصمت وہاب۔"

"اوہ۔" عورت نے ہونٹ سکوڑے۔ "یہ ادھر ہوتی ہے۔ آئی سی مگر یہ تو اپنی آنٹ کے پاس کیا نام تھا؟" اس نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"لیس فاطمہ' اس کے پاس ہوتی تھی۔" وہ اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے کوئی زمین پر رینگنے والے کیڑے کو دیکھتا ہے اور چھری ہاتھ میں لیے اس کے بدن میں چیونٹیاں رینگنے لگیں۔

"فاطمہ آپا کا مہینہ ہوا انتقال ہوگیا ہے۔" چھوٹی خالہ نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا۔ اب یہ کس کے پاس ہوتی ہے؟" اسے پتا نہیں اس کی ذات سے اتنی دلچسپی کیوں ہو رہی تھی۔

"فی الحال ہمارے پاس۔" چھوٹی خالہ نے مختصراً کہا۔

وہ جیسے کچھ مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔ جگنو باہر نکل گیا۔

"شادی وادی نہیں کی کہیں اس کی؟" وہ ہنوز اس پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

"ہوں' طے کردی ہے۔" چھوٹی خالہ بتانا نہیں چاہ رہی تھیں۔

"اچھی بات ہے۔ ادھر آؤ' کیا نام ہے تمہارا۔ آں عصمت۔" عورت نے اسے یوں پکارا جیسے کوئی بلی یا کتے کو پکارتا ہے۔ تو وہ کچھ سٹپٹا گئی۔ سوالیہ نظروں سے چھوٹی خالہ کی طرف دیکھا تو وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"آجاؤ تائی ہیں یہ تمہاری۔ تمہارے تایا آفتاب کی بیگم۔" چھوٹی خالہ نے کچھ جتا کر اسے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ مہناز نے چہرے پر بناوٹی مسکراہٹ سجالی۔

"باپ جیسی تو نہیں لگتی۔ ہاں آسیہ جیسی لگ رہی ہے۔" وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

وہ خاموشی سے باہر نکل آئی اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آگئی۔

"ہیں یہ اسے کیا ہوا ہے۔ میں اسے بلا رہی تھی' یہ باہر چلی گئی۔" مہناز حیرت سے بولی۔

"ماما' پاپا آرہے ہیں۔ میں نے انہیں کہہ دیا ہے۔" اس کی بیٹی نے موبائل آف کرتے ہوئے ماں کو خبر دی۔

"چلو اچھا ہے' یہ جھگڑا نپٹا کر ہی جائیں گے۔ یہ کب تک آئے گا نوروز؟" وہ پھر چھوٹی خالہ سے بولی۔

"آنے والا ہے۔" وہ کچھ بیزاری سے بولیں۔

"ماما! میں بور ہو رہی ہوں۔" لڑکی منہ بسور کر بولی۔

"تمہیں ہی شوق تھا آنے کا۔ ورنہ میں خود بھی یہ سب ہینڈل کر سکتی تھی۔" اسی وقت رخشی اندر کمرے سے نکل آئی تو چھوٹی خالہ نے دونوں کا تعارف کرادیا۔

"رخشی! اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ' دل بہل جائے گا اس کا۔ جاؤ بیٹا۔" چھوٹی خالہ کے کہنے پر وہ دونوں رخشی کے کمرے کی طرف چل پڑیں۔

*_*_*

وہ پورے پینتالیس دنوں کے بعد اوپر آئی تھی۔ دونوں کمرے اور چھت سائیں سائیں کر رہے تھے۔ اس نے کمروں کے بند دروازے کھولے' کمرے دھول مٹی سے اٹے پڑے تھے۔ دیواروں اور چھتوں سے

Digest Library .com

جالے لٹک رہے تھے۔ وہ کچھ دیر کھڑی دیکھتی رہی پھر خالہ امی کے پلنگ کی طرف بڑھی۔ ایکدم سے اس کا دل بھر آیا۔ وہ ان کے تکیے سے لپٹ کر زور زور سے رونے لگی۔ جیسے بچپن میں وہ اسے سوتا چھوڑ کر نیچے چلی جاتی تھیں تو وہ خوب زور زور سے حلق پھاڑ کر روتی تھی تو وہ بھاگی آجاتی تھیں مگر اب اسے پتا تھا کہ اسے چپ کرانے کوئی نہیں آئے گا' اس لیے وہ خوب روئی۔ خالہ امی کو آوازیں دے دے کر اس نے ان سے ڈھیروں شکوے کیے۔ کتنے دنوں کا چھایا ہوا غبار آنسوؤں کے رستے بہہ نکلا۔ ان کے تکیے سے ابھی تک ان کی خوشبو آرہی تھی۔ وہ اس خوشبو کو اپنے اندر اتارتی رہی۔ پتا نہیں کب روتے روتے وہ سو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو دھوپ دیواروں پر اپنے پر سمیٹ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر یونہی لیٹی رہی پھر اٹھ کر باہر آگئی۔

گملوں میں پودے سوکھ گئے تھے۔ چھت پر سوکھے پتوں کا ڈھیر جگہ جگہ لگا تھا۔ وہ کچھ دیر کھڑی اس ویران منظر کو دیکھتی رہی۔ پچھلے سال کے دن اس کی آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ آنسو پیتے ہوئے اس نے جھاڑو اٹھالی۔ دونوں کمرے اور چھت صاف کرتے کرتے اسے شام ہوگئی۔ اس نے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے۔ نہانے کی ہمت نہیں تھی۔ کوئی اسے بلانے نیچے سے نہیں آیا تھا۔ وہ کچن میں آگئی۔

"کیا کروں' یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔" اس نے بے بسی سے سوچا۔

پھر چاول نکال کر بھگوئے اور پیاز کاٹنے لگی۔ چاول تیار ہونے میں آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ چاول کھا کر اس کی جان میں جان آئی۔

"چائے کے لیے دودھ نہیں ہے۔ شاید نیچے حاجن بی ہوں' ان سے منگوا لیتی ہوں۔" وہ خالہ امی کی الماری سے پیسے لے کر منڈیر کی طرف چل دی۔ الماری میں چند سو روپے پڑے تھے۔

منڈیر سے اس نے نیچے دیکھا۔ صحن میں کوئی نہیں تھا۔ سرنوروز کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ رات کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے۔ بادل پھر اکھٹے ہونے شروع ہوگئے تھے۔ پتا نہیں اب کیوں اسے بادلوں سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ بارش سے پہلے کی خاموشی فضا میں چھائی ہوئی تھی۔ اسے یکدم سے خوف محسوس ہونے لگا کہ وہ چھت پر بالکل اکیلی ہے۔ اگر کوئی کہیں سے آجائے یا.... خوف سے اس نے جھرجھری سی لی۔ وہ جگہ جہاں اس نے اپنی زندگی کے اٹھارہ انیس سال گزارے تھے' ایک دم سے اجنبی اور بیگانی سی لگنے لگی تھی۔ اندھیرے اسے ڈرانے لگے تھے۔ اس نے جلدی سے کمروں اور کچن کے دروازے بند کیے اور پیسے مٹھی میں لیے سیڑھیاں اترنے لگی۔ سیڑھیوں کا بلب پھر فیوز تھا۔ اندھیرے میں اس نے جلدی جلدی سیڑھیاں عبور کیں۔ درمیان والی منزل میں بھی سناٹا تھا۔ سرنوروز کے کمرے میں روشنی تھی مگر دروازہ اب بند تھا۔ اس نے ذرا سا آگے ہو کر کھڑکی میں سے جھانکنے کی کوشش کی' کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

digest library.com

وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور ذرا تیزی سے قدم اٹھاتی نیچے آگئی۔ جب وہ صحن میں پہنچی تو آسمان سے پہلی بوند گری۔ وہ تیزی سے دالان کی طرف بڑھی۔ اندر سے آتی آوازوں نے اس کے قدم روک لیے۔

"تم نے دوسرا نکاح کس سے پوچھ کر کیا' بلکہ تم ایسا کرنے کے مجاز ہرگز نہ تھے۔" کوئی گھن گرج والی اجنبی آواز تھی۔

"میرا خیال ہے شرعی طور پر میں نے کوئی گناہ نہیں کیا' دوسرے آپ مجھے کہہ چکے تھے کہ میں اس معاملے کو ختم سمجھوں۔"

"کیا اس طرح کہنے سے یہ معاملے ختم ہوجاتے ہیں۔ بغیر طلاق اور خلع کے تم دوسرا نکاح کیسے کرسکتے ہو؟" یہ آواز اسی عورت کی تھی۔ بارش کی بوندیں ٹپ ٹپ اس پر گرنے لگیں۔

"بہرحال اب تمہیں اسے طلاق دینی ہوگی اور ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔" اسی اجنبی آواز نے کہا۔

"میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"کیوں' تم ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ ہم نے تم پر اس لیے روپیہ پانی کی طرح نہیں لگایا تھا کہ ایک روز تم ہمیں یوں آنکھیں دکھانے لگو۔ تمہیں اعلا تعلیم دلوائی' اعلا رہن سہن دیا اور پھر سب سے بڑھ کر اپنی عزت' اپنے اسٹیٹس میں تمہیں اپنے برابر جگہ دی اور تم ہمارے احسانوں کا یہ بدلہ اتار رہے ہو۔" وہ عورت چیخ کر بولی۔ بارش اب تیز ہو گئی تھی۔ اس کے دانت بجنے لگے۔

"ایک سال بعد اپنے احسانوں کا حساب لگانے آئے ہیں۔ سال پہلے تو آپ لوگوں نے مجھے دھتکار دیا تھا کہ جا کر اپنا کوئی ٹھکانا کر لوں۔ میں آپ لوگوں کے قابل نہیں ہوں۔"

"ہم نے سوچا تھا دھکے کھاؤ گے تو عقل ٹھکانے آجائے گی۔ جنہیں مفت کی منہ کو لگی ہو وہ کم ہی غیرت والے ہوتے ہیں۔" مہناز نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب میں واپس نہیں پلٹا آپ لوگوں کی طرف تو پھر اس کا کیا مطلب ہوا۔ یہی نا کہ مجھے ابھی عقل نہیں آئی اور نہ آئے گی۔"

"ہم یہاں بحث کرنے نہیں آئے' اس معاملے کو نپٹانے آئے ہیں۔" اجنبی آواز نے بیزار لہجے میں کہا۔

"میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں۔ جلد سے جلد اس معاملے سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر جان چھوڑو ہماری۔" مہناز غصے سے بولیں۔

"ٹھیک ہے۔" سرنوروز کہہ کر دھم دھم کرتے باہر نکلے اور برستی بارش میں اس کے قریب سے گزر کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

"وہ چڑیل دہاب کی بیٹی ہے' آفتاب سنا تم نے۔ پہلے اس کی ماں تمہارے بھائی کو کھا گئی۔ اب یہ میری بیٹی کی خوشیاں اجاڑنے چلی ہے۔"

"وہ کوئی بھی ہو میری بیٹی کی خوشیوں کو نہیں نگل سکتی۔ مہناز تم فکر نہ کرو' ایسا کرنے سے پہلے میں اسے طلاق دلوا دوں گا۔"

اس کے سارے کپڑے بھیگ گئے تھے اور بدن پر کپکپی طاری ہونے لگی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی۔

دوسری منزل کی سیڑھیاں چڑھنے سے پہلے ہی اسے خوف نے آلیا۔

"اوپر میں اکیلی کیسے رہوں گی رات بھر۔" وہ واپس مڑ گئی اور اندھیرے برآمدے میں پڑی کرسی پر ٹھٹھرتی ہوئی بیٹھ گئی۔ گیلے کپڑے' آر پار سے آتی سرد اور یخ بستہ ہوائیں۔ اس کا بدن تھر تھر کانپنے لگا۔

"وہ چڑیل دہاب کی بیٹی ہے' آفتاب سنا تم نے۔" اس نے بازو سینے کے گرد لپیٹ لیے۔

"وہ کوئی بھی ہو' میں اسے طلاق دلوا دوں گا۔ کوئی بھی ہو۔" اس نے ٹانگیں اکٹھی کر کے اوپر رکھیں اور گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔

کتنی ہی دیر اسے اس طرح بیٹھے گزر گئی۔ سرنوروز کے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ نیچے صحن کی لائٹ بند ہو گئی تھی۔ آوازیں آنی بند ہو گئی تھیں۔

ہر طرف سناٹا تھا' صرف بارش کے قطروں کی پراسرار آواز اس کے اعصابوں پر ہتھوڑے کی طرح بج رہی تھی۔ سردی سے اس کا سارا جسم اکڑ گیا تھا لیکن اوپر جانے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اوپر چلی جاتی اگر سیڑھیوں میں اندھیرا نہ ہوتا۔

"میں سر سے کہتی ہوں۔ مجھے اوپر چھوڑ آئیں۔"

"نہیں' وہ کیا سوچیں گے۔" اس نے خود ہی یہ خیال مسترد کر دیا۔

اسی وقت بجلی زور سے چمکی اور دوسرے لمحے لائٹ چلی گئی۔ ہر طرف گھنگھور اندھیرا چھا گیا۔ اس کا دم حلق میں آگیا۔ بارش میں تیزی آگئی تھی۔ وہ کرسی پر اور سمٹ گئی۔

"نیچے چلی جاؤں۔" اسی وقت نوروز کے کمرے میں ٹارچ کی روشنی ہوئی اور دروازہ کھل گیا۔

انہوں نے ہاتھ میں ٹارچ پکڑ رکھی تھی۔ وہ احتیاط سے قدم اٹھاتے ہوئے اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ وہ سانس روکے انہیں اوپر جاتا دیکھتی

Digest Library.com

رہی۔

"عصمی! عصمی کہاں ہیں آپ؟" چھت سے ان کی آواز آئی۔ اس کا جی چاہا وہ بھاگ کر ان سے جا کر لپٹ جائے کہ "میں یہاں ہوں۔ خوف سے میرا دم نکل رہا ہے۔" مگر اس کا جسم بے جان ہو چکا تھا۔

"اب کیا کروں۔ اتنی لمبی رات ہے۔ یہاں کرسی پر تو خوف اور سردی کے مارے میرا دم نکل جائے گا۔"

فیصلے کے لیے وقت بہت تھوڑا تھا۔ کبھی کبھی ڈر کا انتہائی لمحہ بھی انسان کو بہادر بنا دیتا ہے اور اس سے ایسے فیصلے کروا لیتا ہے جن کے بارے میں وہ نارمل حالات میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ تھوڑی دیر میں ان کے نیچے اترنے کی آواز آئی۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

digest library.com

ایک طویل قیامت سے لمبی ڈر اور خوف سے مزین رات۔ اور صبح جب دھند کا سینہ چیر کر ہلکا سا دھندلکا ہر طرف پھیلا تو وہ چپکے سے بمشکل تمام اٹھی اور خود کو کھینچ کر سیڑھیوں کی طرف لے گئی۔ اس کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ گھسٹ گھسٹ اس نے سیڑھیاں چڑھیں اور کچن کا دروازہ کھول کر لائٹ جلائی۔ لائٹ پھر غائب تھی۔ اس نے ماچس اٹھا کر چولہا جلا دیا اور وہیں آگ کے پاس بیٹھ گئی۔ باہر کہر چھایا ہوا تھا۔ اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر الماری سے موم بتی لے کر جلائی اور اندر کمرے میں جا کر کپڑے نکالے۔ رات کے اکڑے ہوئے گیلے کپڑوں سے نجات حاصل کی۔ ایک سویٹر اور اس کے اوپر جرسی پہنی اور دوبارہ چولہے کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"خالہ امی! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟" آنکھیں پھر سے رونے کی تیاری پکڑنے لگیں کہ باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

"عصمی! آپ رات کو کہاں تھیں؟ میں آپ کو دیکھنے اوپر آیا تھا۔"

وہ دروازے میں کھڑے پوچھ رہے تھے۔ ان کے لمبے قد کی وجہ سے باہر سے آتی مدھم روشنی کا رستہ بھی بند ہو گیا اور کچن میں صرف چولہے کی آگ کی روشنی رہ گئی تھی جس کا سایہ دیوار پر لرز رہا تھا۔

وہ آنسو واپس حلق میں اتارنے لگی۔

"آپ نیچے تھیں؟" وہ اس کے سامنے دوسری چوکی پر آ کر بیٹھ گئے۔

"جی۔" بمشکل اس نے کہا۔

"میں نے تو نہیں دیکھا۔" وہ اسے غور سے دیکھ رہے تھے۔ "اچھا یہ چائے بنانی تھی۔ لائٹ تو ہے نہیں، الیکٹرک کیٹل تو جواب دے گئی اس لیے۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑے ملک پیک اور لپٹن کا پیک اس کے آگے رکھا۔ اس نے اٹھ کر پین میں پانی لے کر چولہے پر رکھ دیا۔

"اپنے لیے بھی بنا لیجیے گا۔ وہ تو اکہاں ہے۔ یہ سلائس سینکنے ہیں۔ ٹوسٹر بھی بیکار ہو گیا لائٹ کی وجہ سے۔" انہوں نے کچھ شرمندہ لہجے میں کہہ کر توے کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ اس نے چولہے کے نیچے سے توا نکال کر دوسرے برنر پر رکھا۔

"انکل آفتاب میرے ابو کے بزنس پارٹنر تھے۔ امی سے شادی کے بعد پاکستان شفٹ ہونے کے بعد انہوں نے انکل سے ففٹی ففٹی اس اینڈ پرافٹ کی بنیاد پر شراکت کی اور ان کے اچانک انتقال کے بعد صرف لاس ہی لاس ان کے حصے میں آیا اور پرافٹ۔"

اس نے ٹھنڈا سانس لیا۔ "انہوں نے مجھے اپنے پاس رکھا۔ مجھے تعلیم دلوائی، زندگی کی ہر آسائش دی۔ اگرچہ مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا لیکن ان لوگوں کے خیال میں یہ احسان ہی تھا پھر انکل کے اصرار پر ایم ایس سی کرنے کے بعد مجھے سول سروس کا امتحان دینا پڑا۔ انہیں کی خواہش پر میں نے اپنے لیے انکم ٹیکس کے محکمے کا انتخاب کیا اور پہلی فائل جو میری ٹیبل پر اپروو ہونے کے لیے آئی وہ انہیں کی تھی اور میں ان کی پہلی فائل ہی اپروو نہ کر سکا۔ دس لاکھ کے انکم ٹیکس میں سے وہ صرف دس ہزار دینے کو تیار تھے اور باقی۔"

انہوں نے گہرا سانس لیا۔ "میرا دل پہلے ہی اس گورکھ دھندے میں الجھنے کا نہیں تھا' سو میں نے جاب کرنے کے صرف تین ہفتے بعد ریزائن کردیا۔"

"مگر نہیں' اس سے تقریباً" سال بھر پہلے انکل نے ماجی کی خواہش پر ایک بہت بڑے فنکشن میں میرا نکاح ماجیہ آفتاب سے کردیا۔ میرے ریزائن پر سب سے زیادہ شور بھی ماجی نے مچایا۔ اسے بھی مجھ سے زیادہ میرے عہدے سے دلچسپی تھی۔ جبکہ میں نے لیکچرشپ کے لیے کوالیفائی کرنے کے بعد اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا مگر اس نے مجھے "ٹٹ پونجیا" اور "ٹیچر پھٹیچر" کہہ کر ساتھ چلنے سے صاف انکار کردیا۔ میں اسے سوچنے کے لیے کچھ وقت دے آیا لیکن۔۔۔"

اس نے چائے اور سلائس ان کے آگے رکھے۔

"بہرحال اب دیکھو۔" کہہ کر وہ خاموشی سے چائے پینے لگے۔

چائے پی کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ "اچھا میں چلتا ہوں۔" کہہ کر باہر نکل گئے اور وہ پھر وہیں بیٹھی تھی جہاں ان کے آنے سے پہلے تھی۔

*_*_*

سارا دن خاموشی سے گزر گیا۔ اس نے اسی ملک پیک کے بچے ہوئے دودھ سے دوبار چائے بنا کر پی۔ ساتھ بخار اور درد کی ٹیبلٹ لی اور کمرے میں لحاف اوڑھ کر سو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو دو بج رہے تھے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"اتنا ٹائم ہوگیا۔" اس نے بکھرے ہوئے بال سمیٹے اور اٹھ کر باہر آگئی۔

ہلکی ہلکی دھوپ چھت پر ابھی بھی موجود تھی۔ اس نے منڈیر سے نیچے جھانکا۔ نیچے صحن میں کرسیاں بچھائے سب بیٹھے تھے۔ وہ جھک کر پیچھے ہٹ گئی۔ کچھ دیر وہ پریشانی کے عالم میں کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

آخری سیڑھی کے پاس پہنچ کر رک گئی۔

"تو تم نہیں چلو گے ہمارے ساتھ۔" مہناز تیکھے انداز میں بول رہی تھی۔

"میرا خیال ہے' میں نے یہی کہا ہے۔" سرنوروز کا بے نیاز لہجہ۔

"تم جیسے دو ٹکے کے لوگ جنہیں اوقات سے زیادہ مل جائے وہ یونہی چھلکنے لگتے ہیں۔" وہ مغرور لہجے میں بولیں۔

"بس بہت سن چکا ہوں کل سے یہ لغویات۔ کیا احسان کیا ہے آپ لوگوں نے مجھ پر۔ میری پرورش کی۔ یہی ناں مجھے تعلیم دلوائی۔ تو کیا مجھ پر احسان کیا۔ ایسا ہی نیکیاں کمانے کا شوق تھا آپ کو تو سگی بھتیجی کا خیال کیوں نہ آیا آپ کو۔ وہ بھی آپ کی توجہ کی مستحق تھی۔ اس دو سال کی بچی کا ہاتھ پکڑ کر خالہ کے ہمراہ کیوں کردیا اور شہر میں بھی تو اتنے یتیم خانے ہیں' وہاں سے کسی یتیم کو لے کر کیوں یہ نیکی نہیں کمائی۔ یہ عنایت صرف مجھ ناچیز پر ہی کیوں کی گئی؟" ان کی دھاڑتی ہوئی آواز پر سب چپ تھے۔

"اس لیے کہ میرے باپ کے سرمائے پر قبضہ کیا تھا آپ نے' میرے گھر پر۔ سارے ڈاکومینٹس کی کاپیاں موجود ہیں میرے پاس۔ جو جو کچھ آپ نے ہڑپ کیا ہے' شکر کیوں نہیں کرتے کہ میں نے آپ سے کوئی حساب نہیں مانگا۔ کوئی بازپرس نہیں کی۔ آج میں سارے کھاتے کھول لوں تو آپ اپنی عزت کو قرقی ہونے سے نہ بچا سکیں۔ آپ جیسے احسان فراموش کسی پر کیا احسان کریں گے۔ جو خود یتیموں کی جائیدادیں ہڑپ کر چکے ہوں۔ کیا آپ بتائیں گے عصمی کے باپ کا گھر جو اب آپ کی دو کنال کی کوٹھی کا حصہ ہے۔ اس کی ادائیگی آپ نے کس کو کی ہے۔ احسان فراموش اور حرام تو آپ کھانے کے عادی ہیں۔ اب کوئی بات نہ سنوں میں یہ احسان اور عنایت کی' ورنہ ساری عمر عدالتوں میں ایڑیاں رگڑتے رگڑتے گزر جائے گی آپ کی۔"

نوروز کی باتوں پر ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔

"تو پھر جان چھوڑوان کی؟" یہ جگنو کی آواز تھی۔ وہ

Digest Library.com

حیرت زدہ رہ گئی۔ "اور تمہیں جو ہمدردی ہے نا اس یتیم و یسیر لڑکی سے تو اس کا حق ادا کرنے کا تمہیں پورا موقع دیا جا رہا ہے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا۔

"Shut up you opportunist"

(چپ کرو تم موقع پرست۔) تم ابھی اس جال میں نئے پھنسے ہو ابھی اس کی چمک سے آنکھوں کو خیرہ ہونے دو۔ جب روشنائی آنکھوں کی ختم ہو جائے گی تب رستے ٹٹولو گے۔" وہ غرائے۔

"بس نوروز! بڑا تماشا ہو گیا کل سے۔ جو فیصلہ کرنا ہے کرو۔ ہمارے گھر کا سکون برباد ہو گیا ہے۔" چھوٹی خالہ نے بیزاری سے کہا۔

"میں خود تنگ آچکا ہوں۔ یہ بس میری طرف سے آپ لوگ ہر حساب سے آزاد ہو گئے۔" اس نے ذرا آگے ہو کر دیکھا وہ خاکی رنگ کا لفافہ مہناز کی طرف بڑھا رہے تھے۔ مہناز نے لفافہ جھپٹ کر پکڑ لیا اور کھول کر اس میں سے تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا اور پڑھنے لگی۔

"یہ کیا بکواس ہے؟" اس نے کاغذ زمین پر پھینک دیا۔

نوروز نے جھک کر کاغذ اٹھایا۔ ایک نظر اس پر دوڑائی۔ "اوہ" کہہ کر ہاتھ دوبارہ جیب میں ڈالا اور دوسرا لفافہ نکال کر اسے تھمایا۔ اس نے پھر کاغذ نکال کر پڑھا اور جیسے مطمئن ہو گئی۔

"چلیں جی جان چھوٹی۔ ماحی! آجاؤ شام ہو رہی ہے۔" مہناز کے لہجے میں ایسا اطمینان تھا جیسے کسی کھلاڑی کو میچ جیتنے پر ہوتا ہے۔

"آنٹی! میں آپ لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں۔" جگنو آگے بڑھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں، بلکہ رخشی بیٹا تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ ایک، دو دن رہ لینا۔" مہناز خوش دلی سے بولی۔

"مہناز بہن! صبح چلی جائیے گا۔ اب شام ہونے والی ہے۔" چھوٹی خالہ خوش اخلاقی سے بولیں۔

"نہیں جمیلہ! ہم رات سے پہلے پہنچ جائیں گے، چلیں جی۔" وہ آفتاب سے بولیں تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"جگنو! تم آنٹی اور انکل کے ساتھ جاؤ۔" چھوٹی خالہ نے کہا تو جگنو آفتاب کے ساتھ چل پڑا۔

پھر خدا حافظ کہتے ہوئے ماحی اور اس کے پیچھے مہناز بھی نکل گئی۔

اور چھوٹی خالہ انہیں الوداع کہنے دروازے تک گئیں اور مرسیڈیز کے روانہ ہونے تک وہیں کھڑی رہیں۔

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے نوروز! کیونکہ کل سے اوپر والی منزل پر مزدور کام شروع کریں گے۔ مجھے وہاں کچھ کام کروانا ہے۔" وہ واپس آکر سرد لہجے میں نوروز سے بولیں۔

"کیا کہہ رہی ہو، جمیلہ یہ اس وقت کہاں جائے گا۔" فرید چچا نے کچھ پریشانی سے کہا۔

"یہ اس کا دردِ سر ہے۔ آپ خواہ مخواہ ہراساں نہ ہوں۔" وہ بیگانگی سے بولیں تو نوروز نے "جی اچھا۔" کہہ کر سر ہلا دیا۔

digest library.com

"تنہا مسافر" کے بعد

ذوالقرنین کا دوسرا ناول

جب وہ چومے پتھر کو

شائع ہو گیا ہے

قیمت 45/- روپے

ڈاک خرچ 16/- روپے

منگوانے کا پتا:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار کراچی

اور پھر ٹھیک آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں تانگے میں بیٹھے اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے۔ نوروز کے کہنے پر پندرہ منٹ میں اس سے جو کچھ سمیٹا جا سکا تھا' سمیٹ کر چھوٹی خالہ اور چچا فرید کو الوداعی سلام کر کے سر جھکائے وہ نوروز کے پیچھے باہر نکل آئی۔ رخشی سو رہی ہے۔ اس کے پوچھنے پر چھوٹی خالہ نے سرد لہجے میں کہا تو اس نے رخشی کے بند دروازے کو یاسیت سے دیکھا۔

صرف چند رُتوں نے اس کی زندگی کا نقشہ کیسے بدل دیا۔ جن کے ساتھ ایک زمانے کی رفاقتیں تھیں' وہ یکسر اجنبی بن گئے تھے اور ایک اجنبی ہمیشہ کے لیے رفیق بن گیا تھا۔ اس نے ساتھ بیٹھے نوروز کو دیکھ کر سوچا۔

آسمان بالکل صاف تھا' صرف سرد ہوا چل رہی تھی۔

"اگر ہمیں چار بجے والی گاڑی مل گئی تو ہم چھ سات بجے تک لاہور پہنچ جائیں گے۔" نوروز نے دونوں کے درمیان موجود اجنبی خاموشی کی دیوار پر پہلی ضرب لگائی۔ "شکر ہے ٹرانسفر لیٹر بھی آج ہی مل گیا اور میں وہ مہناز آنٹی کو دے بیٹھا۔ وہ آگ بگولا ہو گئیں ٹرانسفر کی خبر پڑھ کر۔" اس نے ذرا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

اب تانگہ قبرستان کے باہر سے گزر رہا تھا۔ چھوٹی سی دیوار سے آگے اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ ہر طرف خاک کے ڈھیر تھے۔

اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"ہم اگلی دفعہ آئیں گے تو خالہ جان کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جائیں گے۔ آج تو رات کی بارش کی وجہ سے بڑی پھسلن ہے۔" نوروز نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے جیسے اسے تسلی دی۔

تانگہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ قبرستان سے آگے کھلا میدان تھا۔ جہاں بچے کرکٹ کھیل رہے تھے۔

"یہ چچا امام دین بھی کتنا جھوٹ بولتا ہے کہ زمین انسانوں کے بوجھ سے پھٹ رہی ہے۔ ابھی تو اس کائنات میں اتنی جگہ خالی ہے۔ جب تک آسمان سے روحوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اس زمین پر گنجائش رہے گی۔" اس نے نہر کے پانی پر ہلکورے کھاتی شفق کو دیکھ کر سکون کا سانس لیا۔

"ویسے میں ابھی تک حیران ہوں تم رات کو کہاں چلی گئی تھیں۔ میں اوپر تک تمہیں دیکھنے گیا تھا۔ نیچے اس لیے نہ گیا کہ وہ لوگ پھر کوئی افسانہ گھڑ لیں گے۔ ویسے تم رات کو کہاں تھیں؟" وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔ اسے ہنسی آ گئی۔

"یہ میں آپ کو کبھی نہیں بتاؤں گی کہ میں رات کہاں تھی۔" اس نے حجاب آلود لہجے میں کہا۔

"نہ بتاؤ۔ مجھے پتا چل گیا تھا۔ صبح جب تم آہستگی سے بلی کی طرح دروازہ کھول کر میرے کمرے سے باہر گئی تھیں تو میں نے چانس مس ہونے پر بڑا افسوس کیا تھا۔" ان کی بات پر وہ اچھل ہی پڑی۔

"کیا آپ کو پتا تھا کہ میں آپ کے پلنگ کے نیچے۔" اس نے زبان دانتوں تلے دبالی۔

"بتایا تو ہے۔ صبح پتا چلا جب موقع ہاتھ سے نکل گیا تھا۔" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا تو اس نے گردن گھما کر انہیں دیکھا۔ پہلی بار انہیں ہنستے دیکھ کر وہ بھی ہنس پڑی۔

اتنے دنوں کے بعد تو آج آسمان صاف ہوا تھا اور اب موسم کیسا بھی کیوں نہ ہو جائے اسے کوئی ڈر نہیں تھا۔ تقدیر نے اتنا مہربان سائبان جو اس کے سر پر تان دیا تھا۔

Digest Library .com
Digest
Novels
Lovers
Group ❤❤